THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, the January 11, 2021
(305th Session)
Volume XI, No. 06
(Nos.01-09)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad
Volume XI SP.XI(06)/2021
No.06 15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Leave of Absence 2
3. Further discussion on Motion under Rule 218 moved by Senator Raja Zafar-ul-Haq, Leader of the Opposition, regarding the alarming propensity of the Federal Government to usurp the provincial rights by attempting to rule the country through Ordinances 4
    - Senator Mir Kabeer Ahmed Muhammad Shahi 4
    - Senator Lt. Gen. (Retd.) Abdul Qayyum, HI (M) 8
    - Senator Dr. Muhammad Farogh Naseem, Minister for Law and Justice 14
    - Senator Sassui Palijo 25
    - Senator Mian Raza Rabbani 32
    - Senator Aurangzeb Khan 35
    - Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq 37
    - Senator Saleem Mandviwala, Deputy Chairman 39
    - Senator Dr. Shahzad Waseem, Leader of the House 40
    - Senator Muhammad Usman Khan Kakar 42
    - Senator Siraj ul Haq 45
    - Senator Muhammad Ali Khan Saif 49

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Monday, the January 11, 2021

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at four minutes past three in the evening with Mr. Chairman (Muhammad Sadiq Sanjrani) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾

ترجمہ: ان لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس کو (خوب) جانتا ہے، تم ان (کی باتوں) کا کچھ خیال نہ کرو اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں۔ اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔ اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے۔ اور رسول اللہ بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔ تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب

تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

سورۃ النسأ:(آیت 63تا65)

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ السلام علیکم۔ کس چیز کا دھرنا ہو رہا ہے؟ میاں صاحب جلدی بتائیں۔

سینیٹر میاں محمد عتیق شیخ: شکریہ، جناب چیئرمین! ہم یہاں پر ہر طبقے کی بات کرتے ہیں۔ میں آج جس چیز کو ایوان میں لایا ہوں وہ میری نظر میں پاکستان کا سب سے مظلوم طبقہ ہے۔ جناب چیئرمین! وہ خواجہ سرا ہیں۔ آج خواجہ سرا پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے ڈی چوک میں بیٹھے ہیں۔ وہ حکومت وقت سے کوئی مراعات نہیں مانگ رہے ہیں۔ وہ کوئی extra چیز نہیں مانگ رہے ہیں۔ وہ صرف زندہ رہنے کا اپنا حق مانگ رہے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ ابھی کل ہی ان کی کمیونٹی کے ایک ممبر کے بال کاٹ دیے گئے اور اس کی ٹانگیں توڑ دی گئیں۔ جناب چیئرمین! اس کو Human Rights Committee کو بھیج دیا جائے تاکہ وہ اس کو جتنا جلدی ہو دیکھ لے۔ جناب چیئرمین! ان کو کم از کم زندہ رہنے کا حق حاصل ہے جس طرح مجھے اور آپ کو پاکستان میں حق حاصل ہے۔ جس کا دل کرتا ہے ان کے گھر میں گھس جاتے ہیں۔ جن کا دل کرتا ہے ان کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جو زور آور لوگ ہیں ان کے ساتھ جس طرح سلوک کرنا چاہیں وہ کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میری ایوان سے اور آپ سے بھی گزارش ہے کہ اگر ہو سکے تو منسٹر صاحب بھی ضرور ان سے مل لیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم یہاں سے اٹھیں گے نہیں۔

Leave of Absence

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد اکرم صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ یکم اور چار جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر فاروق حامد نائیک صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 8 جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 5اور 8جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر ڈاکٹر اسد اشرف صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 11جنوری تا اختتام حالیہ اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر کہدہ بابر صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 11جنوری تا اختتام حالیہ اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ عبدالقیوم صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 4اور 5جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر سردار محمد شفیق ترین صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 11جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: We may now take up Order. No. 2 (i) regarding discussion on the commenced motion under

Rule 218 moved by Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq, Leader of the Opposition, on 1st January, 2021, on his behalf and on behalf of thirty three Senators. This House may discuss the alarming propensity of the Federal Government to usurp and subvert parliamentary and provincial rights guaranteed in the Constitution by attempting to rule the country by ordinances, especially the current case of attempted illegal land grab of Sindh and Balochistan's islands as well as resources. Yes, Meer Kabeer Sahib.

Further discussion on Motion under Rule 218 moved by Senator Raja Zafar-ul-Haq, Leader of the Opposition, regarding the alarming propensity of the Federal Government to usurp the provincial rights by attempting to rule the country through Ordinances

Senator Mir Kabeer Ahmed Muhammad Shahi

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: شکریہ، جناب چیئرمین! میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے گزارش کروں گا کہ جو سینیٹر ریٹائر ہو رہے ہیں، یہی Session ہے یا ایک چھوٹا سا Session ہے تو ان کو آپ مہربانی فرما کر تھوڑا سا وقت زیادہ دیں rather than other Senators جن کے پاس تین سال مزید وقت ہے۔

جناب چیئرمین: شہی صاحب! آپ تو بولتے ہی رہے ہیں۔

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: جناب چیئرمین! آج کا جو ایجنڈا ہے میں سمجھتا ہوں کہ سندھ اور بلوچستان کے حوالے سے یہ نہایت ہی اہمیت کا حامل ایجنڈا ہے۔ ہم گزشتہ دو مہینوں سے کوشش کرتے رہے ہیں کہ یہ ایجنڈا آئیٹم اس فلور پر آ جائے تاکہ ہم اس پر بات کریں۔

جناب چیئرمین: سینیٹر منظور کاکڑ صاحب! ماسک پہن لیں۔ میری آپ سب سے گزارش ہے کہ ہاؤس میں ماسک پہن لیا کریں۔ کبیر صاحب! آپ بھی ماسک پہن لیں۔

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: جناب چیئرمین! میں بات کر رہا ہوں۔ بات کرنے والے کو اجازت ہو۔ بات کرنے کے بعد فوراً پہن لوں گا۔ جناب چیئرمین! اسلام آباد میں شروع دن سے ایک

mind-set رہا ہے اور اس mind-set کی یہ کوشش رہی ہے کہ صوبوں کے وسائل اور اختیارات پر قبضہ کر لیں۔ اس mind-set کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ وہ مختلف حیلے بہانوں سے صوبوں کے حقوق میں direct مداخلت کر لیں۔ ان کی چند مختصراً مثالیں پیش کر رہا ہوں۔ بلوچستان اور سندھ کی ساحلی پٹی کو اسلام آباد کے تابع کرنا یا گوادر کو مکران ڈویژن سے علیحدہ کرنے کا شوشہ کرنا یا کراچی کو وفاق کے تابع کرنا، National Coastal Development Authority بنانا جس کے تحت سندھ اور بلوچستان کے Coastal areas کو اسلام آباد کے سپرد کرنا۔ ان سب کے ساتھ ساتھ ایک اور نام نہاد بات گزشتہ چار مہینوں سے چل رہی ہے کہ اسلام آباد کہتا ہے کہ جنوبی بلوچستان۔ جناب چیئرمین! یہ One Unit کی طرف جانے کے وہ اقدامات ہیں جس کے لیے 70's میں ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ہم نے جیلیں کاٹیں۔ ہم مچھ جیل میں گئے۔ آج ان چیزوں کو دوبارہ موجودہ حکومت لانے کی کوشش کر رہی ہے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ہی میں جس بات پر آنا چاہتا ہوں۔ اس بلڈنگ سے سو میٹر کے فاصلے پر ایک بلڈنگ ہے جس کو ایوان صدر کہا جاتا ہے اور صدر مملکت وہاں پر تشریف رکھتے ہیں۔ صدر مملکت کا اختیار جو آئین میں واضح ہے، وہ آئین و قانون کی پاسداری کرنا ہے لیکن بدبختی سے موجودہ حکومت صدر پاکستان کو ایک مشین پر بٹھا کر Ordinance Factory بنا چکی ہے۔ میں آج صبح چیک کر رہا تھا تو موجودہ حکومت اڑھائی سال میں چالیس کے قریب Ordinances جاری کر چکی ہے۔ یہ 40 Ordinances اس وقت جاری ہوئے جب اکثر و بیشتر ہمارے پارلیمان، سینیٹ آف پاکستان اور قومی اسمبلی Sessions میں تھے۔ جناب چیئرمین! 40 Ordinances کا اس وقت اجراء کرنا، اس مشین سے چھاپنا جس پر صدر پاکستان صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ ہم اس کو کیا سمجھیں۔ اگر ان 40 Ordinances کا آپ بغور جائزہ لیں تو اس ریاست، ملک اور قوم کے مفاد میں ایک Ordinance آپ کو نہیں ملے گا جس کو ہم سمجھیں کہ واقعتاً یہ وقت کی بہت ہی اشد ضرورت تھی جس کو موجودہ حکومت نے جاری کیا۔

جناب چیئرمین! اسی طرح رات کی تاریکی میں اور بالکل چپکے سے ایک Ordinance جاری ہوا۔ وہ Ordinance سندھ اور بلوچستان کے جزیروں کو اسلام آباد کے تابع کرنے کا تھا۔ سندھ اور بلوچستان کے جو جزائر ہیں ان کو آئین کا تحفظ حاصل ہے۔ جناب چیئرمین! آئین

جو میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ اس آئین کے Articles 152 and 172 قطعاً اس Ordinance کی اجازت نہیں دیتے۔ جو Ordinance صدر پاکستان نے جزائر کو قبضہ کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس Ordinance کا 2nd September, 2020 کو انتہائی رازداری کے ساتھ اجراء ہوا۔ کہا یہ گیا کہ ہم اس Ordinance کے ذریعے ان جزائر کو اس لیے وفاق کے تابع کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سیاحت کو فروغ دیں۔ ہم وہاں پر societies بنادیں۔

جناب چیئرمین! 18ویں ترمیم کے بعد اسلام آباد کا سیاحت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ صوبے اپنا tourism خود develop کرتے ہیں۔ اگر اسلام آباد tourism کو ترقی دینا چاہتا ہے تو صوبوں کو پیسا دے اور صوبوں سے کہہ دے کہ وہ tourism کو develop کریں۔ اگر tourism میں اسلام آباد کی مدد چاہیے تو صوبہ اس سے مدد حاصل کرے۔ 18ویں ترمیم کے بعد اسلام آباد والے direct مداخلت نہیں کر سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہاں پر societies بنائیں گے۔ جناب چیئرمین! اگر societies بنائیں تو DHA بنے گا جو وہاں کے ماہی گیروں کے لیے نہیں بنے گا۔ جو ساحل پر پڑے ہوئے غریب مچھیروں کا نہیں ہوگا۔ وہ کشتی بانوں کا نہیں ہوگا۔ شاید اس DHA میں پھر اور لوگ ہوں گے۔ اس علاقے کے لوگ اس میں شامل نہیں ہوں گے۔

چیئرمین صاحب! میں یہاں، اس floor پر کہنا چاہوں گا کہ جب بھی اسلام آباد نے چاہا تو بلوچستان کے وسائل کو لوٹنے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ تلاش کیا، چاہے وہ سینڈک پراجیکٹ کے حوالے سے ہو، چاہے سوئی گیس کے حوالے سے ہو یا جو Deep Sea Port کو سی پیک کا نام دیا گیا، ہمیں اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ابھی ہماری زمینوں کے حوالے سے کہ جی ہم soil کو اور soil کے حوالے سے جزیروں کو ہم اپنے اختیار میں لیں گے۔

اسلام آباد کے لئے تو یہ جزیرے اور یہ soil صرف زمین کے ٹکڑے ہوں گے۔ وہ ایسا ٹکڑا ہوگا کہ جو اس کو بیچ کر پیسا کما سکتا ہے، جو اس کو استعمال کر کے اس سے پیسا کما سکتا ہے لیکن وہاں کے رہنے والے ان مچھیروں کا، وہاں کے رہنے والے سپوت جو ادھر پیدا ہوئے ہیں، جو ہزاروں سال سے وہاں آباد ہیں، ان کے لئے تو ان کی مادر وطن ہے۔ وہ اپنی مادر وطن کو مہم جوئی کی صورت میں کہ اسلام آباد اس پر مہم جوئی کر کے قبضہ کرنا چاہتا ہے، قطعاً اس کو نہیں چھوڑیں گے۔

جناب چیئرمین! میں آج اس floor پر یہ بالکل واضح کرنا چاہوں گا کہ بلوچستان اور سندھ کے ساحل، بلوچستان اور سندھ کے وسائل اور بلوچستان اور سندھ کے جزائر جیسا کہ موجودہ آرڈیننس میں ہے، اس کو کسی صورت میں ہم قبول نہیں کریں گے۔ اس کو عوامی طاقت سے، عوام کے زور سے ہم کسی صورت میں بھی اسلام آباد کو اس پر قابض ہونے نہیں دیں گے۔

دوسری بات، ہم نے ہر وقت کہا کہ یہ ملک اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوگا جب تک اس کے دستور پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ جب اس کے دستور کی اس کی روح کے مطابق تشریح نہیں کی جائے گی، جب یہ دستور خود آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ صوبوں کے حقوق پر encroachment کر لو، آپ صوبائی حقوق کو ایک کاغذ کے ٹکڑے پر ان کو اپنے اختیارات میں لے لو۔

میں آج وفاق کو اور موجودہ حکومت کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ خدارا! بہت ہو چکا، آپ نے اتنی نفرتیں پھیلائیں، آپ وہاں تک جائیں جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ ہو، واپسی ممکن ہو، آپ نے نفرتوں کی وہ حد کر دی کہ شاید کہ یہ اب برداشت سے باہر ہے۔ وہاں کے رہنے والے سپوت کسی صورت بھی اپنی زمین، اپنی soil کو اور اپنے جزیروں کو اسلام آباد کو نہیں دیں گے چاہے اس کے لئے جو کچھ بھی ان کو کرنا پڑے اور بجائے اس کے کہ بلوچستان میں اس سے پہلے اتنی بڑی دست اندازی ہوئی، بلوچستان میں اس سے پہلے جتنی بھی دست اندازی تھی وہ ابھی تک اس نفرت سے نہیں نکلا اور آپ نے ایک اور محاذ کھڑا کر دیا۔ آپ ایک اور محاذ کھول رہے ہیں جب تک کہ پرانا جو آپ نے بلوچستان پر دست اندازی کر کے جو آپ نے بلوچستان کو زخم دیا ابھی تک بلوچستان اس سے بھی نہیں نکلا۔ آپ اس ریاست کو کدھر لے جانا چاہتے ہیں۔

چیئرمین صاحب! بلوچستان اور سندھ کے حقوق اور سندھ اور بلوچستان کے ساحل، وسائل اور جزیرے کسی کے باپ کی جائیداد نہیں ہے کہ شام کو بیٹھے، انہوں نے ایک فون کیا اور صبح مشین سے ایک لیٹر کمپیوٹر سے نکلا کہ جی ہم نے ان کو شفٹ کر دیا ہے۔ یہ وہاں ہزاروں سالوں سے رہنے والوں مچھیروں کا، جن کے اجداد نے وہاں پر زندگی گزاری اور جنہوں نے ان کی حفاظت کے لئے نسل نسل قربانی دی، یہ ان کا اختیار ہے اور صوبوں کا اختیار ہے جو آپ نے ان کو آئین میں یہ تحفظ دیا ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ وفاق تو ایک قبضہ گیر بن چکا ہے کہ جی قبضہ کرو۔ وفاق کو تو چاہیے کہ صوبوں کے ساتھ

تعلق پیدا کرے، ہم نے یہ کہا کہ وفاق اپنی اکائیوں کو اتنا مضبوط کرے جس سے وفاق مضبوط ہو گا۔ ہم نے اس میں فارمولے بھی دیئے، میں اس debate میں نہیں جاؤں گا، بجائے اس کے کہ وفاق ایک قبضہ گیر کی صورت میں صوبوں کے حقوق کو چھین لے۔

میری گزارش یہ ہے کہ یہ حکومت فوری طور پر چالیس ordinances جو میں بحث میں نہیں لانا چاہتا ہوں، ان میں سارے اس قسم کے عجلتوں میں کئے گئے فیصلے ہیں لیکن موجودہ جو دو ستمبر 2020 کو آرڈیننس جاری کیا گیا ہے میرا اسلام آباد سے مطالبہ ہے، میرا مطالبہ ہے حکومت کے وزراء سے جو ادھر تشریف رکھتے ہیں کہ خدارا! ایسے فیصلے نہ کرو کہ کل۔۔۔

جناب چیئرمین: مطالبہ سن رہے ہو ناں؟

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: ان سے آپ کی مشکلات بڑھ جائیں اور یہاں نفرت اور محرومی اتنی جنم لے لے کہ آپ کے لئے کوئی اور خدانخواستہ سکوت پیدا ہو، اس لئے میری گزارش ہے کہ فوری طور پر آج وزیر صاحب یہاں اس floor پر بتادیں کہ ہم نے اس آرڈیننس کو واپس لے لیا ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جنرل عبدالقیوم صاحب۔

Senator Lt. Gen. (Retd.) Abdul Qayyum, HI (M)

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم (ہلال امتیاز ملٹری): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج ایجنڈے کی جس شق پر بحث ہو رہی ہے اس کے دو aspects ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کیا یہ جزائر مرکز اپنی تحویل میں لے کر ان کے لئے کچھ بہتری کر سکتے ہیں اور دوسرا aspect یہ ہے کہ کیا یہ جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے through Ordinance یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

جناب چیئرمین: محسن صاحب! تشریف رکھیں، چیئر کی طرف پیٹھ نہ کریں۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم (ہلال امتیاز ملٹری): میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بحث، آج جو میر صاحب کی بات ہو رہی ہے یہ ہم سارے بحث کرتے اگر ہم یہ Ordinance issue نہ کرتے اور اس سے پہلے پارلیمنٹ کو اہمیت دی جاتی اور ایسے issue پر debate ہوتی اور اس کے بعد دیکھا جاتا کہ صوبوں کے مفاد میں کیا ہے، ملک کے مفاد میں کیا ہے اور پھر ان حکومتوں کے ساتھ پس چلمن آپ کے مذاکرات ہوتے، ان سے پوچھا جاتا، آپ تجاویز دیتے، وہ دیکھتے کہ صوبے کے فائدے

میں کیا ہے اور مرکز کے فائدے میں کیا ہے تو اس کا فیصلہ ہوتا۔ تو اگر رات کے اندھیرے میں Ordinance issue کر رہے ہیں، جناب چیئرمین! جب سے یہ پاکستان بنا ہے تقریباً دو ہزار سے زیادہ Ordinances issue ہوئے ہیں اور زیادہ تر dictatorial rule میں جب مارشل لا تھے تو ہوئے لیکن اب اس حکومت کے دو پارلیمانی سالوں میں جیسے میر صاحب نے کہا roughly 38 or 40 and recently والے اس میں شامل نہیں ہیں۔ آئین میں اس کی ایک provision in Article 89 ضرور ہے کہ آپ Ordinance issue کر سکتے ہیں اور اس کی positive سوچ کے ساتھ ہے کہ ایسی ایمرجنسی ہے، پارلیمنٹ کا اجلاس نہیں ہو رہا اور یہ فوری طور پر action لینا ضروری ہے تو وہ آپ لے لیتے ہیں اور اس کے بعد پھر اسے ایوان میں پیش کر دیتے ہیں اور وہ ایک بل کی شکل میں پھر ایکٹ بن جاتا ہے۔ آپ اگر تاریخ دیکھیں تو شروع میں یہ Ordinances in November,1996 میں جب کرپشن کے خاتمے کے لئے آپ نے احتساب سیل بنایا، یہ معراج خالد صاحب کی interim government تھی تو وہ بھی through Ordinance issue ہوا اور اس پر بڑے اعتراضات ہوئے کہ جی آپ کو یہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، interim government کا کام تو صرف الیکشن کرانا ہے۔

اس کے بعد مسلم لیگ (ن) کی حکومت میں احتساب بیورو کی بات ہوئی لیکن وہ پھر 1997 میں ایک ایکٹ بنا اور اس پر بحث ہوئی اور deliberations کے بعد وہ بات ہوئی۔ پھر یہ 1999 میں National Accountability Bureau کی جو بات ہے، unfortunately یہ بھی through Ordinance جاری ہوا اور اس پر کوئی بحث نہ ہو سکی کہ کیا کرنا ہے۔ ابھی recently اس حکومت نے اس میں جو amendment بھی لانا چاہی یہ بھی Ordinance کے through کوشش کی قومی اسمبلی میں اور پھر اس کو withdraw کر لیا۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بنیادی طور پر conceptual issue پر bigger canvas میں دیکھیں تو ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ پارلیمنٹ کو اہمیت دی جائے۔ Ordinances کئی دفعہ جاری کرنے پڑتے ہیں، That is the reason کہ Constitution میں اس کی provision موجود ہے لیکن خدا کے لئے جو اہم چیزیں ہیں، ابھی جو جزائر ہیں یہ تین ہیں بلوچستان میں اور نو سندھ کے coastal areas میں ہیں۔ یہ اگر پچھلے ستر سال سے ادھر ہیں تو ان کا ایک

status ہے تو overnight آپ کو یہ خیال آیا اور پھر آپ نے اس پر Ordinance issue کر دیا اور اس پر بحث نہیں کی ہے۔ تو میرے خیال میں ملکی مفاد میں اس پر بحث کرنی ضروری ہے۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم کیوں کہتے ہیں کہ Ordinances سے اجتناب کریں اور پارلیمنٹ کو اہمیت دیں۔

جناب چیئرمین! ہم سب کو پتا ہے کہ جہاں آپ کا democratic system and system of governance ہے اس کے اندر آپ Trichotomy of power کی بات کرتے ہیں اور اس میں مقننہ ہے، عدلیہ ہے اور انتظامیہ ہے، ان تینوں کے درمیان pivotal position اگر کسی کی ہے تو وہ آپ کی پارلیمنٹ کی ہے۔ یہ کیوں pivotal ہے، یہ کیوں سپریم ہے؟ اس لئے کہ پارلیمنٹ ہی آئین بناتی ہے، پارلیمنٹ ہی آئین میں ترامیم کرتی ہے، پارلیمنٹ ہی قانون بناتی ہے جن کی interpretation پھر سپریم کورٹ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹ کی کوکھ سے پالیسیاں جنم لیتی ہیں، bigger concepts جنم لیتے ہیں، brain storming ہوتی ہے۔ پھر ان پالیسیوں کی base پر انتظامیہ strategies بناتی ہے، اس لیے وہ بھی پارلیمنٹ پر depend کرتے ہیں، وہ ان parameters سے باہر نہیں جا سکتے جن میں ان کے لیے قوانین وضع کر دیے جائیں۔ کابینہ ان قوانین کی حدود و قیود میں رہ کر آگے چلتی ہے۔ اس لیے پارلیمنٹ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اس کو اور زیادہ بہتر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی اور سینیٹ میں قائد ایوان موجود ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب عمران خان صاحب بطور وزیر اعظم آئے تھے، میرے خیال میں تین سال پہلے، انہوں نے بڑی اچھی باتیں کیں، انہوں نے کہا کہ میں پارلیمنٹ ہاؤس آیا کروں گا، سوالات بھی لوں گا اور جواب بھی دوں گا۔ تقریباً دو، اڑھائی سال ہو گئے ہیں، اس کے بعد وہ نہیں آئے۔ وہ یہاں آئیں گے تو ہماری بات سنیں گے۔ وہ اپنی بات ہمیں سنائیں گے، convince کرنے کی کوشش ہو گی۔ آپ کوئی تلخ باتیں بھی سننا چاہتے ہیں تو پارلیمنٹ میں یہی چیز ہوتی ہے کہ اپوزیشن نے وہ باتیں کرنی ہیں جو ملک اور لوگوں کے مفاد میں ہوں، چونکہ پارلیمنٹ کا concept یہ ہے کہ for the people, by the people, پارلیمنٹ کے تین major role ہیں، ایک تو representation کا ہے۔ Representation کا مطلب یہی ہے کہ ہم یہاں عوام کو

represent کرتے ہیں۔ قومی اسمبلی میں منتخب ہونے کے لیے ایک ایم این اے ایک لاکھ ووٹ لیتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں پنجاب سے سینیٹ کے لیے elect ہوا تو 43 Members نے میرے لیے ووٹ کیا، that means millions of votes چونکہ ان کے پیچھے جیسے indirect Prime Minister کا الیکشن ہوتا ہے، اسی طرح Senators کا ہوتا ہے۔ جب ہم یہاں آتے ہیں تو ہم public opinion کو represent کرتے ہیں۔

دوسرا important role legislation کا ہے۔ اس کے لیے بھی اگر آپ Ordinances پر جاتے رہیں گے اور legislation نہیں کریں گے۔ یہ اجلاس بھی unfortunately جو ہو رہا ہے، یہ ہماری requisition پر ہو رہا ہے، now this speaks volumes کہ آپ پارلیمنٹ کو کتنی اہمیت دیتے ہیں، کتنی legislation pending ہے، کتنے سوال وزراء سے پوچھنے ہیں۔ بہت کچھ ہو رہا ہے، ملک کے اندر ہو رہا ہے، خطے میں ہو رہا ہے، دنیا میں ہو رہا ہے۔ بہت سی چیزوں پر discussion کرنی ہے but you cannot do it because آپ نے requisition کیا اور you are bound کہ اس سے اوپر نہ جائیں۔

تیسرا، پارلیمنٹ کا role oversight کا ہے، ہم oversight Committees کے ذریعے کرتے ہیں، وہ کورونا کی نذر ہوا ہے کہ اب Committees کی meetings بھی زیادہ نہیں ہو رہی ہیں۔ اگر ہم نے پارلیمنٹ کو اہمیت دینی ہے، وزیراعظم ہر اجلاس کو تو attend نہیں کر سکتے لیکن ضرور آ کر ادھر interact کرنا چاہیے۔

ہم برطانیہ جیسے ملک سے guidance لیتے ہیں کہ ان کی democracy آئی ہے، وہاں Prime Minister questions کا directly answer کرتے ہیں۔ اس میں ایک اپنی beauty ہے، ہر سوال کرنے والا، ضروری نہیں ہے کہ اس میں وہ مواد ہو جو بڑا ضروری ہے، اس کو Prime Minister clarify کر سکتے ہیں۔

وزیراعظم عمران خان صاحب سے میری استدعا ہوگی کہ ضرور سینیٹ میں آئیں، interact کریں۔ وہاں تو آپ کہتے ہیں کہ میری تقریر کوئی نہیں سنتا، اس لیے میں نہیں

جاتا، یہاں تو آپ نے تقریر کی ہی نہیں۔ آپ ہمیں بھی آزما کر دیکھیں، definitely ان کو آنا چاہیے اور اس کے بعد وہ بات ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین! آخر میں چند recommendations دینا چاہتا ہوں۔

Mr. Chairman: Yes, please.

سینیٹر لفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم (ہلال امتیاز ملٹری): وہ یہ ہیں۔ ملک میں سب سے اہم چیز قومی یکجہتی ہے۔ آج ہمارا ملک politically polarized ہے۔ آپ اکٹھے ہوتے ہیں، political differences ہوتے ہیں، aisle کے دونوں طرف بیٹھے ہوئے ہمارے بھائی ہیں، ہم ان کی بڑی respect کرتے ہیں، ہم ان کی باتیں سنتے ہیں، یہ ہماری باتیں سنتے ہیں۔ ہماری کوئی ذاتی عناد یا کوئی دشمنی تو ہے نہیں لیکن ملک کے مفاد میں، جب قوم کا اتنا زیادہ پیسا خرچ ہوتا ہے، پارلیمنٹ کے ایک اجلاس پر کروڑوں روپے لگ جاتے ہیں تو ہمیں آکر یہاں bigger issues پر meaningful بات کرنی چاہیے، جب ہمیں موقع ملتا ہے تو ہم ایک دوسرے کو چور چور کہہ کر ختم کر دیتے ہیں۔ ہمیں کون بتائے گا؟ This is the highest forum. This is House of the Federation. اس میں بڑے سنجیدہ لوگ آکر بیٹھتے ہیں۔ ہمارے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ ملک کو آگے لے کر جانا ہے، ملک کو سخت ترین challenges درپیش ہیں۔ اس لیے سب سے اہم چیز یکجہتی ہے۔ اس کی کنجی وزیراعظم کی جیب میں ہے۔ وہ آگے بڑھیں اور opt کریں۔ سیاسی اختلافات اپنی جگہ پر رہیں، کرپشن کے cases کو pursue کریں، principles پر بالکل کسی طرح کا compromise نہ کریں۔

جناب چیئرمین! ہمیں پارلیمنٹ کو اہمیت دینی چاہیے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں کہ پارلیمنٹ کی توقیر کو بڑھانا ہماری، آپ کی، میری، ہمارے ساتھیوں کی ذمہ داری ہے۔

اسی طرح 3rd point economic revival کا ہے۔ میں کل بھی وزیراعظم صاحب کو سن رہا تھا، وہ کہہ رہے تھے کہ قرضے پچھلی حکومتوں نے چڑھائے ہیں، ہم ان کے قرضے واپس کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ آج جو وہ قرضے چڑھا رہے ہیں، کیا وہ آنے والی حکومتیں ادا نہیں کریں گی؟ یہ سلسلہ تو بڑے عرصے سے جاری ہے۔ ہمیں ایک bigger strategy بنانی ہے کہ ہم اس debt کے cancer سے بچنے کے لیے سب سر جوڑ کر بیٹھیں اور یہ دیکھیں کہ ہم اس سے

کیسے نکلیں۔ اگر circular debt پہلے 1,000 ارب روپے تھا تو ابھی 2,000 ارب روپے ہے تو ?where are we going کیا ہم نے اس کو روک دیا؟ چونکہ پہلے لوگ بڑے نااہل تھے۔ ابھی بڑے efficient لوگ ہیں، good team ہے۔ انہوں نے کم از کم اگر اس کو کم نہیں کیا، روک تو دیا۔ انہوں نے تو double کر دیا تو ہم کہاں جائیں گے ؟ کل پھر ایک حکومت آئے گی، posterity will not remember us اچھے الفاظ میں، اگر ہم ان کے لیے مشکلات چھوڑیں گے۔

ابھی اگر ہم یہ سمجھیں کہ ہماری economy بڑی اچھی ہے۔ ہم وزیر اعظم کو سنتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ بالکل سچی بات ہو، اچھی ہے تو ہم سب کے لیے بہتر ہے لیکن حالات اس طرح کے نہیں ہیں۔ کسی نے بڑا اچھا کہا کہ:

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں

اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا

اس کے علاوہ CPEC کو ہمیں آگے چلانا ہے۔ یہ بھی ہم سب کا ہے، اس پر ہمارا کوئی difference نہیں ہے۔ میں 'The Hindu' پڑھ رہا تھا۔ اس میں وہ کہہ رہا تھا کہ irritants ہیں، ہم آگے نہیں چلنے دیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ main irritants between Pakistan and India. It is a thorn in Indo-Pak relations, دشمن تو پوری effort کر رہا ہے۔ اس کو ہم نے آگے چلانا ہے۔

جناب! دہشت گردی کی resurgence ہو رہی ہے۔ ہم bodies کو اکٹھا کرتے ہیں، دفناتے ہیں اور پھر تیاری کرتے ہیں کہ اگلا واقعہ کب ہو۔ ہماری reactive strategy ہے، ہمیں proactive ہونا چاہیے۔ یہ دہشت گردی جو پاکستان میں ہو رہی ہے، اس کی جڑیں ملک سے باہر ہیں۔ آپ کو ان جڑوں تک پہنچنا ہے۔ آپ وہاں تب پہنچ سکیں گے جب آپ کی diplomacy strong ہو گی، باہر دنیا میں جو آپ کے tentacles ہیں in the form of our Embassies and High Commissioners, اور پوری دنیا میں جو آپ کی intelligence set-ups ہیں، وہ دیکھیں اور اس کو defuse کریں تاکہ آپ یہ دیکھیں کہ انڈیا کو اپنی جگہ پر رکھنا ہے کشمیر کے مسئلے پر، یہ diplomacy کی field میں ہے۔ آپ کو

افغانستان میں peace process کو expedite کرنا ہے۔ امریکہ میں change, transition ہو رہی ہے، Republicans کا کبھی بھی پاکستان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں رہا right from day one سے لے کر آج تک، even Obama نے کہا تھا کہ گوانتاناموبے کو ختم کروں گا، وہ نہیں کر سکے۔ اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں، we have to keep our fingers crossed and see, یہ ایک موقع ہے جس سے ہمیں فائدہ اٹھا کر آگے چلنا چاہیے۔

حال ہی میں United Kingdom نکلے ہیں European Union کے اندر سے، ہمیں ان کو بھی چاہیے، ہمیں Commonwealth کی countries کو exploit کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! اگر ملک میں unity ہو گی اور economically ہم مضبوط ہوں گے تو ہماری خارجہ پالیسی بھی بہتر ہو گی۔ اگر خارجہ پالیسی بہتر ہو گی تو ہمارے اندرونی مسائل کم ہوں گے۔ بہت شکریہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: بولنے دیں گے، آپ سب کو بولنے دیں گے۔ پہلے دن سے یہ decide ہوا تھا کہ دو اپوزیشن سے اور ایک Treasury Benches سے، میڈم، اس کے بعد آپ کی باری ہے۔ وزیر صاحب تو آ کر بعد میں wind up کریں گے۔ ابھی یہ ایک اور چلے گا، آپ بولیں گی، آپ کو موقع دیں گے۔ جی سینیٹر فروغ نسیم۔

Senator Dr. Muhammad Farogh Naseem, Minister for Law and Justice

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم (وزیر قانون و انصاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! آپ کا بڑا مشکور ہوں۔ میرے دونوں بھائی سینیٹر میر کبیر صاحب اور سینیٹر لفٹیننٹ جنرل قیوم صاحب نے بہت ساری باتیں کی ہیں، میں کوشش کر کے زیادہ تر کا آپ کے سامنے جواب پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تھوڑی جو legal بات Ordinances کے بارے میں کی کہ PTI کی حکومت، اتحادیوں کی حکومت Ordinances کی فیکٹری ہے۔ ٹھیک ہے یہ political narrative ضرور ہے لیکن تھوڑا سا اس کو assess کرتے ہیں، analyse کرتے ہیں۔ اس کے

analysis ہوا میں، vacuum میں نہیں ہو سکتی۔ تھوڑا سا analyse کیا جائے کہ 2008 سے لے کر آج تک پیپلز پارٹی کی حکومت کتنے آرڈیننس لے کر آئی اور PML(N) کی حکومت کتنے ordinances لے کر آئی۔ وہاں ایسی صورت حال نہیں تھی جیسے PTI and allies کی حکومت کو ہے کہ وہ ایسے public interest کے قوانین جن کا کوئی تعلق سیاست سے نہیں ہے۔ آپ کو پتا ہے سینیٹ سے کس مشکل سے پاس ہوئے۔ کوئی سال چھ مہینے یا سال کی کوشش لگی اس کو پاس کرنے کے لیے، ابھی بھی وہ سارے پاس نہیں ہوئے لیکن جو اکثریت ہے وہ پاس ہوئی۔ کچھ چیزیں جو FATF related تھیں وہ تو joint session میں لے کر جانی پڑیں۔ یہ بھی نہیں دیکھا گیا کہ اگر FATF کے laws پاس نہیں ہوتے تو وہ ممالک جو پاکستان کے مخالف ہیں، ان کا ایک narrative ہے کہ جائز چیز ہمارے ہاں ہو تو کوشش کرتے ہیں اس کو convert کیا جائے اور پاکستان کو grey سے black list میں ڈالا جائے۔ اس کے باوجود having said that میں ایک پوائنٹ جو ہمارے بڑے پیارے بھائی بلوچستان سے میر کبیر صاحب ہیں انہوں نے یہ فرمایا کہ آئین کے مطابق اگر چلیں گے تو ٹھیک ہے، اگر آئین کے مطابق نہیں چلیں گے تو نہ democracy ہے نہ rule of law ہے۔ یہ وہی بات ہے جو آپ نے کہی اور بڑی عمدہ بات کی جو کہ اٹھارھویں صدی کا فلاسفر "روسو" تھا، اس نے social contract کی theory پیش کی۔ یہ سارا social contract اس گرین کتاب میں موجود ہے۔ اس گرین کتاب میں social contract نہ صرف لوگوں کا آپس میں کیا تعلق ہونا چاہیے بلکہ صوبوں کا فیڈریشن سے، صوبوں کا آپس میں so and so forth کیا ہونا چاہیے۔ جہاں تک ordinances کی بات ہے اٹھارھویں ترمیم میں، جب اٹھارھویں ترمیم ہو رہی تھی ایک بڑی زبردست empowered, powerful Committee بیٹھی تھی جس کو head ہمارے پیارے بھائی، ہمارے دوست رضا ربانی صاحب کر رہے تھے۔ کاش اس میں اس وقت آئین کے آرٹیکل 89 میں ترمیم جو آپ فرما رہے ہیں وہ ہو جاتی تو یہ نہیں ہوتا۔ اگر آج کی تاریخ میں کوئی آرڈیننس issue کیا جا رہا ہے تو وہ عین آئین کی روح کے حساب سے، آئین کے letter and spirit کے حساب سے، کہیں اس کی اگر کوئی violation ہوتی تو سپریم کورٹ guardian of the Constitution ہے وہ تصحیح کرتی۔ یہ بار بار کہنا کہ آرڈیننس ہے، آرڈیننس کی فیکٹری ہے so and so forth اس کو تو پہلے آپ دس سال پرانا

comparison کریں۔ دوسرا آپ یہ دیکھیں کہ اٹھارھویں ترمیم میں consciously جو ہمارے پیارے، پیپلز پارٹی کے، ن لیگ کے ، دوسری جماعتوں کے جو لیڈر تھے انہوں نے consciously Article 89 اسی طرح رکھا۔ اس کا idea کیا ہے؟ اس کا idea یہ ہے کہ جب اسمبلی session میں نہ ہو۔ یا کوئی یہ بتادے کہ کوئی ایسا آرڈیننس پاس کیا گیا ہے جب اسمبلی سیشن میں تھی وہ تو بات آپ کی بالکل بجا ہو گی لیکن کوئی ایک بھی ایسا instance نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایک بھی ایسی instance ہوتی کہ آرڈیننس پاس کیا جاتا جب اسمبلی سیشن میں ہو تو عدالت بھی اس کو کالعدم کر دیتی وہ چیز digestible نہیں تھی۔ جو قیوم صاحب نے کہا اور آپ نے بات کی، آئین کے حساب سے چلنا ہے، آپ نے خود فرمایا کہ یہ آپ کا اور ہم سب کا social contract ہے، یہ bottom line ہے، یہ base line ہے، اس پر چلنا ہے۔ بار بار یہ کہنا، آرٹیکل 89 کے منافی ہے، اٹھارھویں ترمیم کے منافی ہے، آئین کے منافی ہے کہ اگر آپ آرڈیننس legislate or promulgate نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ کیا ہے، وجہ یہ ہے کہ آرڈیننس کی تو life ہی temporary ہوتی ہے۔ جتنے بھی آرڈیننس اس حکومت کے ہوتے ہوئے سوا دو اڑھائی سال میں آئے اپنی معیاد پر lapse کر گئے۔ یا تو وہ convert ہوئے into an act of parliament اگر وہ convert ہوئے into an act of parliament تو پھر بھی آپ complain نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسا آرڈیننس تھا جو کہ convert نہیں ہوا into an act of parliament تو اکثریت ان آرڈیننس کی وہ ہے جو convert ہو چکی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت نے ایک مرتبہ بھی کوشش نہیں کی کہ re-promulgate کیا جائے کسی بھی ordinance کو، آرٹیکل 89 کی violation میں۔ دیکھیں سپریم کورٹ نے یہ کہا ہے کہ آپ اسی ordinance کو re-promulgate نہیں کر سکتے۔ In 92 SCMR, PLD میں ہزاروں ایسی judgements موجود ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ re-promulgation کی آڑ میں کہیں ایسے آرڈیننس بنانا نہ شروع کر دیں کہ پارلیمنٹ کا جو legislative intent ہے majority of the people in the parliament وہ majority آرڈیننس سے کہیں defuse or defeat نہ وہ جائے، ایسا

بھی نہیں ہوا۔ یہ تمام جو بحث ہے، بار بار یہ بحث کی جارہی ہے، تھوڑی سی ہم intelligence کی بات کریں، ایسی بات کریں جو آئین کی رو سے قانون کی رو سے مانی جاسکتی ہے۔ صرف اس طرح کی بات کر دینی کہ آپ نے تو اتنے آرڈیننس کر دیئے، اس لیے کہ Article 89 میں اٹھارھویں ترمیم نے ہمیں اجازت دی۔ دوسری بات آپ خود دیکھیئے پچھلے دس سالوں میں کتنے Ordinances پیش ہوئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ کتنے Ordinances convert ہو چکے ہیں into an act of parliament. چوتھی بات یہ ہے کہ کوئی re-promulgation اس طرح کا نہیں ہوا جو legislation کی intent کو defeat کرے۔ اب یہ باتیں ایسی ہیں، میرا نہیں خیال کوئی جواب ہے میں حاضر ہوں۔ آپ ہمارے بھائی ہیں۔

جناب والا! اب آتے ہیں Buddo and bundal Islands پر۔ میر صاحب آپ نے خود فرمایا، اس نسخے سے، آئین سے جو آپ کا، ہمارا social contract ہے، آپ نے خود فرمایا کہ بلوچستان زخمی ہے، میں بلوچ بھائیوں کے ساتھ ہوں۔ آپ کو idea نہیں ہے کہ ہمارے دل میں، کراچی والوں کا کیا، عمران خان، سارے ہمارے KP سے پنجاب سے جتنے بھی ہمارے لوگ ہیں، بلوچستان سے کتنا ہمارا لگاؤ ہے، محبت ہے۔ بلوچ کو ہم کہتے ہیں کہ Bloch is to be treated with respect بلوچ کا بڑا مقام ہے۔ میں آپ کو سچ بتاؤں، دل سے بات کر رہا ہوں۔ اتنا سا بھی کسی کے دل میں نہیں ہے کہ بلوچستان کے کوئی حقوق غصب کئے جائیں۔ بلوچستان میں جو investment ہوئی ہے وہ investment grass root level تک translate ہونی چاہیے۔ وہ چیزیں translate ہوں تو بلوچستان واقعی ایک ایسی جگہ بنے کہ ہم سب کا بلوچستان پر اور بلوچوں پر فخر ہے۔ جناب والا! اس کے پیچھے کیا ہے، ہم سب کو پتا ہے، اس کے پیچھے ہندوستان کا غلیظ ایجنڈا ہے اور day one سے غلیظ ایجنڈا ہے وہ یہ ہے کہ بلوچستان کو کسی طرح پاکستان سے توڑا جائے، الگ کیا جائے۔ یہ کیوں نہیں ہو رہا؟ آپ جیسے غیور بلوچوں کی وجہ سے یہ نہیں ہو رہا۔ میں آپ کو بتاؤں کہ یہ آرمی آپریشن کی وجہ سے نہیں ہو رہا، یہ آپ لوگوں کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ آپ جیسے غیور لوگوں، ایسے لوگوں جو پاکستان کے محب وطن پاکستانی ہیں، جو اٹل پاکستان کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں، آپ کی طرح کے لوگوں کی وجہ سے پاکستان کل بھی ہمارا تھا، آج بھی ہے اور ان شاء اللہ ہمارا رہے گا۔ اس پر کوئی دو opinions نہیں ہیں۔

جناب والا!اب آ جاتے ہیں Buddo and bundal islands پر۔آپ نے خود فرمایا،کبیر صاحب آپ نے جو leadلی ہے ہم اس کو follow کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم آپ سے کبھی بھی الگ نہیں ہیں۔ کبھی بھی آپ ایسا نہ سوچیں۔ اس آئین میں یہ لکھا ہوا ہے، ایک ہے Article 142, نے legislative powers کو divide کیا ہوا ہے between provinces and Federation جو fourth schedule ہمارے آئین کا ہے اس میں جتنے بھی subjects دیئے ہوئے ہیں ، اس کے اندر ساری کی ساری Federal legislative power ہے۔آپ اس کا مطالعہ بھی کر لیں،یہاں بھی دیکھ لیں، جب چاہے آئیں، just a telephone call away اور کسی بھی طرح، Law Ministry اپوزیشن کی بھی اتنی ہی ہے، جتنی حکومت کی ہے۔ جب چاہیں میرے دروازے کھلے ہیں، سب کے لیے کھلے ہیں، حکومت کے لوگ ہوں، اپوزیشن کے لوگ ہوں جب چاہیں آئیں اور آتے ہیں۔آپ کسی بھی اپوزیشن کے دوستوں سے پوچھیں وہ یہی آپ کو کہیں گے۔اب آپ میرے کہنے پر، میری گزارش پر آئین کا آرٹیکل 97 دیکھیں، Article-97 یہ کہتا ہے کہ اگر legislative power federation کی ہے تو executive power بھی federation کی ہو گی تو یعنی in other words جو fourth schedule ہے وہ بہت important ہے، آپ سمجھیں Article-142 and fourth schedule پاکستان کی federalism کا بنیاد ہے، پاکستان کی جو federalism ہے ہمیں اس کے rules کہاں سے ملیں گے؟ اس آئین سے ملیں گے، Article-142 ہے، Article-143 ہے، Article-144 ہے اور Article-97 ہے، Forth Schedule ہے، یہ Constitution کے چار پانچ provisions ہیں۔اب ہم آتے ہیں Article-142 میں Forth Schedule کا ذکر ہے اور ہم Fourth Schedule میں Entry-37 پر آتے ہیں اور Entry-37 میں constitution کا part-1 ہے، جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے یہ پڑھنا چاہوں گا اگر آپ اجازت دیں تو۔

جناب چیئرمین: جی.please

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: جناب چیئرمین! Entry 37 یہ کہتی ہے Works, Lands and Buildings vested in, or in the possession of Government for the purposes of the Federation (not

being military, naval or air force works), but, as regards property situate in a Province, subject always to Provincial legislation, save in so far as Federal law otherwise provides. Entry 37 جو تھی، رضا ربانی صاحب کو بھی بلالیں تاکہ یہ debate ذرا اچھی رہے، ایسا نہ ہو۔۔۔۔

جناب چیئرمین: وہ lobby میں سن رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: میرے خیال سے وہ سن رہے ہیں، یہ نہ کہیں کہ آپ تو وکیل ہیں، میں اگر کوئی بات کرتا ہوں، جناب میں تو opposition کی بات نہیں کر رہا ہوں، اگر آپ کوئی social gathering میں بات کریں، آپ تو وکیل ہیں۔ دیکھیں جو بات issue پر ہے، point پر ہے، آپ بھی اتنے ہی وکیل ہیں جتنا میں وکیل ہوں۔ اس Entry-37 کو Supreme Court کے larger bench نے interpret کیا اور اس judgement کا نام ہے Government of Sindh v/s Dr. Nadeem Rizvi اور اس کا citation بھی لے لیجئے گا اگر رضا ربانی صاحب چاہیں، فاروق نائیک صاحب چاہیں یا جاوید عباسی صاحب بہت زبردست lawyer ہیں، جاوید عباسی صاحب میرے بہت اچھے دوست بھی ہیں بلکہ میں آپ کو بتاؤں Leader of the Opposition جو ہیں وہ خود بڑے وکیل ہیں اور میرا ان سے دل کا ایسا رشتہ ہے، راجہ صاحب شاید مجھے سن نہیں رہے ہیں، بات کر لیں تو میں۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: جی راجہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: میں آپ کو یہ کہہ رہا تھا۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: نہیں میں تو راجہ صاحب کی بات کر رہا تھا، راجہ صاحب مجھے جتنا پیار اور محبت آپ سے ہے، میں آپ کو کھل کر بتا رہا ہوں، اتنا شریف النفس، اچھا انسان، ایماندار انسان، as a great lawyer, we are with you, you are our senior, Sir یہ judgement آئی ہے، judgement government of Sindh v/s dr. Nadeem Rizvi Article-142 and Entry-37 اور دیکھیں

Supreme Court نے کیا کہا، Entry-37 of the Federal Legislative List allowed, Federal Government to exercise its executive authority with regard to works, lands and buildings vested in it or in its possession (apart from military, naval or air force works) but with a caveat, that if such works, lands and buildings were situated in the Province, they shall be subject to Provincial legislation unless Federal law provided for otherwise. اب ہوتا یہ ہے 1974 میں پیپلز پارٹی کے بانی، جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی government تھی یہ 31, May 1974 کو یہ notification issue کرتی ہے اور اس notification میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو Buddo Bundal Island ہے جو آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ سندھ کا ہے، وہ بلوچستان کا ہے اور federation کو اس پر قابض نہیں ہونا چاہیے، تو بھٹو صاحب نے اس کو Port Qasim Authority کو دے دیا تھا، اس وقت usurpation نہیں تھی؟ اب کیسے ہو گئی؟ دیکھیں ہم بات ایسی کریں جو logical بات ہو اور اگر یہ 1974 کا document, بھٹو صاحب جن کو قانون پتا تھا، constitution پتا تھا، ان کو نہیں پتا تھا کہ passion of land ہے اگر میں یہ کر دوں گا، کیا بھٹو صاحب نے کوئی un-constitutional Act کیا؟ پیپلز پارٹی والے جب اس کو oppose کرتے ہیں تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ کیا وہ بھٹو صاحب کو خدا نخواستہ charge sheet کر رہے ہیں؟ لیکن ہم بھٹو صاحب کے دفاع میں ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ بات یہ ہے کہ ایسے ہی بات کر دی، facts, figure and documents پر بات کریں، اس کے بعد 6th July 2020 کو Government of Sindh and Utilization Department اپنا ایک letter issue کرتی ہے، bearing No.PS/MBR/LU/326/2020, dated 6th July 2020 اس میں کیا کہتی ہے، اس میں یہ کہتی ہے ہاں جی ٹھیک ہے، اس وقت government of Sindh نے Buddo Bundal Island Port Qasim Authority کو دیا تھا، Port Qasim Authority کیا ہے؟ یہ Federation کا ایک department ہے، وہ علی

زیدی والی منسٹری میں آتا ہے۔ وہ یہ کہتی ہے کہ ٹھیک ہے ہم نے یہ اس وقت دیا تھا لیکن اب ہم یہ federation کو دے رہے ہیں یہ Sindh Government کی Cabinet کہہ رہی ہے، ان سے کہیں نا۔۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: میڈم آپ بول لیجئے گا۔

جناب چیئرمین: میڈم اس کے بعد آپ کی باری ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: آپ جو چاہے بولیے گا۔

جناب چیئرمین: اس کے بعد آپ کی باری ہے، پھر آپ اپنا جواب دیں، please.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: اس کے بعد آپ اپنی بات پوری بات کرلیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: یہ کہہ دینا کہ میں غلط بول رہا ہوں، it's not enough میں نے جتنی بھی بات کی ہے، آپ کو یہ بتانا پڑے گا۔۔۔۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: سینیٹر سسی پلیجو وہ آپ کو paper بھی دے دیں گے، سینیٹر سسی آپ مہربانی کرکے تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: اس کے بعد آپ نے بات کرنی ہے، جی سینیٹر صاحبہ تشریف رکھیں، جی کیشو بائی صاحبہ تشریف رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: میری بات سنیں اور آپ اس وقت شور مچایئے گا اور بتایئے گا جب آپ بات کر رہی ہوں پھر ہم آپ کو سنیں گے، آپ کو interrupt نہیں کریں گے، please listen to me.

جناب چیئرمین: Please interrupt نہ کریں تاکہ جلدی سے سسی کا نمبر آجائے، جی وزیر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: دیکھیں بات کچھ اور ہو رہی ہے، بات اس پر کریں گے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: سینیٹر سسی پلیجو صاحبہ please آپ اپنی turn پر بات کریں۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: تنگی صاحب یہ مناسب نہیں ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: سینیٹر سسی آپ کا ہی وقت ضائع ہو جائے گا، جی وزیر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: اور اس کے بعد جب سندھ حکومت نے اس میں یہ کہا کہ وفاقی حکومت کو یہ کس کی اجازت سے دی جارہی ہے؟ Provincial Cabinet کے decision سے دی جارہی ہے۔ سندھ کی Provincial Cabinet اپنے ہوش و حواس سے بھٹو صاحب کا، یا تو آپ یہ کہہ دیں کہ بھٹو صاحب کا 1974 والا document بھی غلط ہے اور 2020 کا document بھی غلط ہے پھر تو بات دوسری ہے۔ یہ undeniable documents جب دیے جاتے ہیں، اب Entry-37 کیا کہتی ہے، Entry-37 یہ کہتی ہے کہ جب کوئی works, land یا وہ جو تین، چار چیزیں اس میں لکھی ہوئی ہیں، دیکھیں اس میں الفاظ ہیں works, lands and buildings جب 1974 میں یہ دی گئیں، یہ 1974 کا notification ہے، جب یہ دی گئیں تو اس وقت ٹھیک تھا، اس وقت یہ province of Sindh کی جو authority تھی اس کا جو right تھا، اس کی جو property تھی، اس کی usurpation نہیں تھی، اب 2020 میں سندھ کی provincial Cabinet یہ Buddo Bundal Island کا letter اپنے ہوش و حواس میں نکالتی ہے اور صحیح نکالتی ہے کیوں کہ اس نے Entry-37 پڑھا ہوا ہے، Nadeem Rizvi صاحب کا Judgement بھی پڑھا ہوا ہے، therefore جب اس کے بعد اگر یہ Ordinance آتا ہے، Ordinance کا Section-3 کیا کہتا ہے؟

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: میں گزارش کرلوں۔

جناب چیئرمین: جی ایک دفعہ سن لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: میں پوری بات کرلوں، دیکھیں یہ ہے ,Section-3 اس Ordinance کا Section-3 یہ کہتا ہے کہ جو land schedule میں لکھی گئی ہے تو وہ federation کی authority میں آجاتی ہے، جب یہ Ordinance issue کیا گیا تو میر صاحب یہ letter withdraw نہیں ہوا تھا this is the cutoff point اور اس کے بعد جب political point scoring کے لیے لوگوں نے issue اٹھایا کہ دیکھیں federation provinces کی چیزیں کھا گئی ہے۔ غلط ہے، توبہ، ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جب یہ Ordinance آیا تو Article 264 apply کرے گا۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ Article 264 میں کیا لکھا ہے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق صاحب I am grateful کہ آپ مجھے موقع دے رہے ہیں۔ مجھے سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق صاحب پر اتنا اعتماد ہے، .let him decide سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق صاحب سے میرا پیار کا رشتہ ہے اور مجھے پتا ہے ان کی party politics اپنی جگہ لیکن سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اب Article 264 کی طرف آتے ہیں۔ Article 264 میں یہ لکھا ہوا ہے where a law is repealed or as deem to have been repealed by or under or by virtue of the Constitution the repeal shall not except as otherwise provided in the Constitution, اور اس کے consequences دیے ہوئے ہیں۔ In other words اگر کوئی چیز act upon ہو جائے، جو 1986 میں Al-Samrez کا decision تھا promissory estoppel کا vested rights کا جو Supreme Court of Pakistan نے یہ دیا کہ ایک مرتبہ ,if you act upon آپ ایک action لے لیں on the representation of the government or the law تو اس کو withdraw نہیں کیا جا سکتا۔ سینیٹر میر کبیر صاحب اگر withdraw کیا گیا تو اس Ordinance کے بعد withdraw کیا گیا and therefore, on the touch stone of doctrine of vested rights and promissory estoppel and legitimate expectation جس کو سپریم کورٹ نے 1986 میں

اس case میں propound کیا۔ آپ اس Buddo Bandal Island کے لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی illegal or un-constitutional چیز ہوئی ہے۔

جناب! by the way اب یہ Ordinance lapse کر گیا ہے۔ میں آپ کو lapse کرنے والی date بھی بتا دیتا ہوں۔ یہ 28-12-2020 کو lapse ہوا۔ ساتھ ساتھ اس پر سندھ ہائیکورٹ میں ایک litigation بھی pending ہے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے، یہ کوئی ایسا issue نہیں ہے which is open for debate لیکن اگر آپ debate کر رہے ہیں تو میں نے جتنی چیزیں آپ کے سامنے رکھی ہیں اس کا مجھے یا قوم کو جواب دے دیجیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ تو ایک academic, educated debate ہے۔ اس میں ایک دوسرے پر نہ ہمیں چھیڑ خانی کرنا ہے اور نہ ہی ہمارا آپ کا کوئی اس میں problem ہے۔ ہم نے وہ کام کرنا ہے جو قانون اور آئین کے حساب سے ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز ہے، یہ میں آپ کو ایک کھلی undertaking دے رہا ہوں کہ کوئی ایسی چیز کیونکہ کوئی حرف آخر نہیں ہوتا، ہر آدمی غلطی کا پتلا ہے۔ ایسی کوئی چیز جو حکومت غلط کر رہی ہے آپ اس قوم کا ضمیر ہیں۔ اپوزیشن اس پارلیمان کا ضمیر ہے۔ آپ ہمیں بتائیں جو چیز ہو گی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ Politics اپنی جگہ پر لیکن کوئی بھی چیز سیاست کی نہیں ہے۔ نہ Ordinance والی اور نہ ہی Buddo Bandal Island والی بات۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب wind up کر لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: جناب چیئرمین! مجھے دو منٹ دیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: سینیٹر سسی پلیجو صاحبہ آپ نے پرسوں بھی تقریر کی ہے۔ اس پر بھی آپ بات کریں۔ میڈم یہ agenda item آج ہی take up کیا ہے اس لیے اس کے بعد آپ کی باری ہے، منسٹر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم: سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل عبدالقیوم ہلال امتیاز ملٹری (ریٹائرڈ) صاحب نے فرمایا کہ Republican کے تعلقات پاکستان کے ساتھ اچھے نہیں ہیں، جیسے بھی ہیں ہمارے control میں American elections نہیں ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ پاکستان کا

پارلیمان، سینیٹ یا حکومت امریکن الیکشن کو اور democracy یہی ہے، ہم تمام parties کی respect کرتے ہیں چاہے وہ Republican or Democrats ہوں۔ آپ کی بات صحیح ہے proactive ہونا چاہیے۔ ہماری diplomacy پر بھی بھرپور کارروائی ہو رہی ہے۔ جہاں تک یہ قومی یکجہتی کی بات کر رہے ہیں بالکل صحیح ہے۔ قومی یکجہتی اس حکومت کا ایجنڈا ہے۔ پارلیمنٹ کی توقیر ہونی چاہیے بالکل ہونی چاہیے۔ کون کہتا ہے کہ نہیں ہونی چاہیے۔ ساتھ ساتھ آپ نے economic revival کی بات کی ہے، میں اس میں صرف one liner کہہ کر بیٹھ جاؤں گا کہ جو پرانے facts and figures تھے آج کے جو اکانومی کے facts and figures ہیں وہ آپ کسی 3rd party سے check کروالیں number one لیکن having said that آپ کی طرف سے کوئی ایسی چیز ہے، کوئی ایسی suggestion ہے، چاہیے وہ اکانومی ہو، law ہو، foreign relations ہوں صرف یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ economic revival ہونا چاہیے۔ آپ ہمیں black and white recommendations دیں اور حکومت بالکل ان کو گلے سے لگائے گی اور follow کرے گی۔

جناب چیئرمین: شکریہ، سینیٹر سسی پلیجو صاحبہ۔

Senator Sassui Palijo

سینیٹر سسی پلیجو: شکریہ، جناب چیئرمین! (سندھی)

جناب چیئرمین: میڈم اس کو translate بھی کر دیں۔

سینیٹر سسی پلیجو: تم کہو تو میں کہوں، نہ بھی کہوں لیکن اگر میں نہ بھی کہوں تو اعلان اتنے ہزاروں لاکھوں ہیں کہ صرف میں ہوں اور یہ آواز جاتی رہے گی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

جناب چیئرمین! Requisition بھی ہماری اور agenda بھی ہمارا اور Law Minister Sahib میری بات سنیں گے۔ ہم نے ایسے شخص کی بات سنی ہے، ابھی تک جو بھی cases ہیں، جسٹس قاضی فائز عیسیٰ سے لے کر الیکشن کمیشن کے ممبران کی تعیناتی ہو۔

جناب چیئرمین: Personal نہ ہوں۔ آپ اپنی بات کریں۔

سینیٹر سسی پلیجو: جزائر کے حوالے سے جو بھی غلط references انہوں نے دیے تو ان کو منہ کی کھانی پڑی۔ الیکشن کمیشن سے لے کر judiciary تک question mark لگایا گیا۔ یہ ایک بین الاقوامی خواری تھی جو نہیں ہونی چاہیے تھی۔ جو لوگ بیٹھے ہیں سندھ کی نمائندگی کرتے ہیں وہ صوبوں کے حوالے سے غلط interpretation کر رہے ہیں جو کہ افسوس کی بات ہے۔ جناب چیئرمین! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حکومت Ordinance کی فیکٹری ہے۔ ہر چیز اہم، یہ بات بالکل درست ہے کہ یہ Ordinance 28-12-2020 کو lapse ہو چکا ہے لیکن حکومت پھر سے کوشش کر رہی ہے۔ اب ہمت نہیں ہو رہی کیونکہ سینیٹ میں ان کی اکثریت نہیں ہے۔ ہماری جو resolution تھی جو سینیٹ کے Rules of Procedure کے Rule 145 کے مطابق تھی وہ جیسے ہی آتا ہم اس پر resolution لاتے جو ہم نے ساری parties کی طرف سے یہاں move کیا تھا اس ڈر سے یہ اسے یہاں نہیں لائے۔ اس میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ lay ہو گا تو پھر ہم resolution لا سکتے تھے اور اس کو منسوخ کیا جانا تھا۔ اگر ایک مرتبہ منسوخ ہو جاتا تو منسوخ ہی سمجھا جاتا لیکن یہ پارلیمنٹ سے بھاگتے رہے۔ Article 97 کی بھی غلط interpretation کی گئی ہے، Article 172 and 142 کو دیکھا ہی نہیں گیا۔ یہ سارے کے سارے provincial domain کو cover کرتے ہیں۔ 18th Amendment کے بعد پانی کے حوالے سے تین باتیں طے ہیں۔ ایک territorial water سے حصہ ہے علاقائی پانی جو صوبوں کے حوالے سے آتے ہیں۔ دوسرا international waters جو federal domain میں آتے ہیں۔ تیسرا آپ کی بندرگاہ چاہے چھوٹی یا بڑی ہو، چھوٹی کا domain provincial میں بنتا ہے۔ جو United Nations کے جو conventions ہیں اس میں اور یہ ہمارے آئین میں بھی موجود ہے کہ آپ کے 12 Nautical miles یعنی تقریباً 22 کلومیٹر تک سمندر کے اندر جو بھی معدنیات، زمین یا جزیرے ہیں وہ سارے کے سارے provincial ہیں۔ شہید بھٹو نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ Islands Federal Government کو دیے جائیں۔

18th Amendment کے بعد یہاں پر بڑی غلط interpretation وہ بھی Law Minister کر رہے ہیں جو کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں law ضرور پڑھی ہوں لیکن practice کبھی بھی نہیں کی اور نہ ہی میں نے court join کیا ہے۔ ہر بندہ یہ سمجھتا ہے اور یہ بڑی

عام سی بات تھی میں اس پر بات بھی نہیں کرنا چاہ رہی تھی چونکہ law Minister Sahib نے بات کی ہے میں اس پر ضرور بولنا چاہوں گی۔انہوں نے Article 97 کا بار بار حوالہ دیا ہے اس میں یہ لکھا ہوا ہے، laws بنانے کی جو powers ہیں اس کا آئین میں تعین ہے۔جو provincial domain میں ہوگا جیسے کہ ports ہیں۔ اگر بات نہیں بنتی تو آپ CCI میں جا سکتے ہیں federal legislative list II میں ہے لیکن islands کے بارے میں clearly کہا گیا ہے کہ یہ صوبوں کا ہے جنرل صاحب یہ 9 نہیں ہیں سیکڑوں islands ہیں۔ Pakistan Island Development Authority (PIDA) یہ صرف سندھ نہیں، سندھ بلوچستان کے سیکڑوں islands پر federal Government کی نظر ہے۔یہ غاصب ہیں۔یہ قبضہ خور ہیں۔یہ ان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔سارے سندھ نے اس کو رد کیا ہے۔سندھ کے بچے بچے نے اس کو رد کیا ہے۔سندھ میں بسنے والے لوگوں نے چاہے وہ سندھی ہوں، اردو بولنے والے ہوں، بلوچ ہوں، کچی ہوں، مرد و خواتین سب نے رد کیا ہے۔اسے سندھ اسمبلی نے unanimously رد کیا ہے۔ابھی بھی حکومت اس پر اڑی ہوئی ہے۔ابھی بھی lame justifications لے کر آئی ہے۔مجھے ان پر ہنسی آتی ہے اور میں ان کی مذمت بھی کرتی ہوں۔اس کے متعلق Article 172 میں بھی clear لکھا گیا ہے کہ آپ اس کے خلاف CCI میں بھی نہیں جا سکتے ہیں۔اگر ports کی بات ہوتی تو آپ ضرور CCI میں جا سکتے تھے لیکن اس حوالے سے نہیں جا سکتے ہیں۔ایک ،دو Articles violation کی بات نہیں ہو رہی ہے۔حکومت Article 1 کو بھی violate کر رہی ہے۔آپ کے جتنے بھی معاملات ہیں، ان سب کا تعین آئین میں کیا گیا ہے۔اس میں ایک direction بھی دی گئی ہے۔ان کو نہ مان کر Federal Government مختلف Articles کی clear violation کر رہی ہے اور یہ بات انہیں ماننی بھی چاہیے۔

جناب! یہاں letter کی بھی بات کی گئی۔اسے سندھ حکومت reject کر چکی ہے۔انہوں نے اس بات کو جھٹلایا ہے۔سندھ کے وزیر اطلاعات نے اسے reject کیا ہے۔ PPP-Sindh Chapter and PPP-Islamabad کے سربراہان اسے reject کر چکے ہیں۔چیئرمین بلاول بھٹو زرداری بار بار کہہ چکے ہیں کہ یہ جزائر سندھ اور بلوچستان کی ملکیت ہیں۔وفاقی حکومت کے پاس کوئی بھی power or authority نہیں ہے جو وہ انہیں اپنے قبضے میں لے لے۔میں اس

دن وزیر اعظم کی میانوالی میں ہونے والی تقریر سن رہی تھی۔انہوں نے کہا کہ پاکستانی عوام، youth and indigenous لوگوں کے لئے سیمنٹ اور گارے کی development اتنی معنی نہیں رکھتی جتنی personal and mental development رکھتی ہے۔وزیر اعظم indigenous rights کی بات کر رہے تھے۔مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ میں ہنسوں یا روؤں۔Constitutional violations اور دوسرے معاملات کی وجہ سے سندھ کے کم از کم 8 لاکھ ماہی گیروں کو اپنے پیشے سے دور ہونا پڑے گا۔وفاق میں چونکہ Commissions کا چکر ہے اس لئے جب میں Resolution لے کر آرہی تھی تو سندھ کے گورنر یاترا پر نکل پڑے۔انہوں نے سوچا تھا کہ سندھ کے لوگ ایویں ہیں اور جب میں Federal Government کے messenger کی حیثیت سے جاؤں گا تو وہ میری بات مانیں گے۔انہوں نے سب سے ملاقاتیں کی لیکن سب سے انہیں منہ کی کھانی پڑی۔میں جس وقت ایوان میں Resolution پیش کرنا چاہ رہی تھی،اس وقت ہم پر بھی directly or indirectly pressure تھا۔ بہت pressure تھا۔

جناب!یہ کہا گیا کہ چین کی طرف سے جتنے بھی projects ہو رہے ہیں،آپ کیسے ان کی مخالفت کر سکتے ہیں۔میں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ چین کا project نہیں ہے۔میں اس پارٹی سے تعلق رکھتی ہوں جس کے بانی شہید ذوالفقار علی بھٹو نے چین کے ساتھ اٹوٹ اور مضبوط دوستی کی بنیاد رکھی تھی۔حقیقت میں یہ اس وقت رکھی گئی جب وہ وزیر خارجہ تھے۔اسی طرح میں اس فیملی سے تعلق رکھتی ہوں جس نے چین کو سندھ میں introduce کروایا۔وہ رسول بخش پلیجو تھے۔انہوں نے ماؤزے تنگ کے خیالات اور تحریریں اور چین کی history کو متعارف کروایا۔سینیٹر مشاہد حسین سید ایوان میں بیٹھے ہیں۔وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔ہم ماؤزے تنگ کو پڑھتے ہوئے بڑے ہوئے ہیں۔ہم CPEC میں شامل اچھے projects کو دل سے مانتے ہیں۔یہ ہمیں نہ بتائیں کہ ہم CPEC مخالف ہیں۔اگر چین کی طرف سے ایسا کچھ ہوتا ہے جو صوبوں کے حقوق کی violation کرتی ہے،صوبوں کے حقوق پر ڈاکہ ہوتا ہے تو ہم نہ صرف ایوانوں میں بلکہ سڑکوں اور گلیوں میں بھی اس کی مخالفت کریں گے۔یہ چیز اب طے ہو چکی ہے۔یہ اس وقت بھی دوسرے ممالک کے ساتھ MoUs sign کر رہے ہیں کہ جب سندھ حکومت ان کی مخالفت کر چکی

ہے۔ بلوچستان اسمبلی میں بھی اس کے خلاف Resolution آئی ہے۔ جناب! بھلے آپ کی پارٹی وہاں اکثریت میں ہوں لیکن ایک، ایک ممبر نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت اس کے خلاف قرارداد پہلے دن پاس کرنا چاہتی تھی لیکن شور شرابے کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکا۔ دوسرے دن ہم موجود تھے اور ہم نے اسے پاس کیا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ ممبران باہر تھے ورنہ اکثریت سے اسے پاس کر دیا جاتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان کے بہن، بھائیوں کا دل سندھ اور چھوٹے صوبے والوں کے دلوں کے ساتھ دھڑکتا ہے۔ اس کی بڑی مثال ایوان میں سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی اور سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ کی speeches ہیں۔

جناب! ہم نے اس مسئلے کو ایوان میں بارہا اٹھایا ہے۔ جب ہم اس پر تفصیلاً بات کرنا چاہ رہے تھے تو آپ نے کہا کہ اس پر Motion لے آئیں۔ ہم نے وہ بھی جمع کرائے۔ ہم نے Resolution بھی جمع کرائے۔ آپ کو یہ سب پتہ ہوگا۔ یہ سب ریکارڈ میں موجود ہے لیکن اجلاس نہیں ہو رہے تھے۔ حکومت بھاگ رہی تھی کہ اگر اجلاس ہوا تو اپوزیشن Resolution لے آئے گی اور Ordinance رد کر دے گی۔ اس حوالے سے عجیب بات اور بھی ہے۔ جناب! برائے مہربانی آپ مجھے سنیں۔ سندھ میں گیس بند ہے۔ جو صوبہ 70 فیصد گیس پیدا کرتا ہے، اس کے حصے کی گیس بھی اسے نہیں دی جا رہی ہے۔ اس وقت بدترین load shedding ہے۔ وفاقی حکومت کہہ رہی ہے کہ آپ LNG خریدیں۔ یہ Article 158 کی violation ہے۔ دوسری بات سندھ بیراج کے متعلق ہے۔ میں اس حوالے سے پچھلے چار، پانچ سالوں سے ایوان میں چیخ رہی ہوں لیکن چیئرمین، واپڈا کمیٹی میں تشریف نہیں لا رہے ہیں۔ چیئرمین کمیٹی، سینیٹر شمیم آفریدی یہاں بیٹھے ہیں۔ میں شاید next tenure میں نہیں ہوں گی۔ یہاں صرف چیئرمین، نیب کی بات ہوتی ہے۔ نیب کے چیئرمین میرے موشن پر Human Rights Committee میں missing persons کے حوالے سے آئے تھے۔ یہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ چیئرمین، واپڈا آج تک نہیں آئے ہیں۔ کیا وہ آسمان سے اترے ہیں؟ سندھ بیراج کے متعلق شاید وہ تحفظات سے ڈر رہے تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ میرا brain child ہے۔ ہمارا پروجیکٹ ہے۔ میرے ضلع ٹھٹھہ میں آپ یہ بیراج بنانا چاہ رہے ہیں۔ وہاں کا legislator کہہ رہا ہے کہ ہمیں بھی onboard لیں اور ہمارے یہ تحفظات ہیں جن کی وجہ سے آپ یہ پروجیکٹ نہیں بنا سکتے ہیں۔ کل بھی سندھ حکومت نے کہا کہ یہ feasible نہیں

ہے۔یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ indigenous اور دوسرے رہنے والے لوگوں کے حقوق پر مسلسل ڈاکہ ڈالیں۔دوسری طرف دیکھیں تو CCI میں Census results کی validation نہیں ہوئی ہے۔کیبنٹ کی ایک کمیٹی بنا کر اس میں تین Federal Ministers شامل کر کے پھر وہ کہتے ہیں کہ results validate ہوگئے ہیں۔Constitution کی ایک بار نہیں بلکہ بار بار violation ہو رہی ہے۔یہ PTI حکومت کی total failure ہے۔ایوان میں صوبوں سے بننے والے Ministers آتے ہیں اور صوبوں کے متعلق جتنی بھی constitutional violations ہو رہی ہیں،وہ ڈھٹائی کے ساتھ اس پر کھڑے ہو کر الگ interpretations کرتے ہیں۔ابھی فروغ نسیم صاحب نے جتنے بھی Articles کا ذکر کیا،انہیں پتہ ہے ان کے متعلق شہاب اشتر صاحب اور خود اٹارنی جنرل نے کہا ہے کہ یہ سندھ کی ملکیت ہیں۔آپ ریکارڈ بلوا کر خود اس سے go through کر لیں۔

جناب!اٹارنی جنرل نے خود کہا کہ یہ ہماری ملکیت نہیں ہے۔ان کی آنکھوں میں حیا کا پانی ضرور تھا۔انہیں نے خود سوچا ہوگا کہ وہ سندھ سے کھاتے پیتے ہیں۔وہ ایک چھوٹے صوبے سے ہیں۔کس طرح وہ اس کے متعلق غلط بیانی کر سکتے ہیں۔Law Minister کے ساتھ میری ذاتی دشمنی نہیں ہے۔وہ میرے بھائی ہیں۔انہوں نے سوچا ہوگا کہ جزائر کے مسئلے کو بھی Election Commission کے ممبران کی تعیناتی جیسا دیکھا جائے گا۔انہوں نے سوچا ہوگا کہ اسے جسٹس قاضی فائز کے کیس جیسا دیکھا جائے گا۔انہوں نے سینیٹ انتخابات Open Ballot کے ذریعے کرانے کی بات کی، اس کے لئے Constitutional Amendment کی بات کی۔ Constitutional Amendment without two-third majority نہیں ہو سکتی ہے۔حکومت نے بے شک سپریم کورٹ اور صوبائی اسمبلیوں سے اس حوالے سے جواب مانگے لیکن I am sure that Supreme Court اس پر ضرور نظر ثانی کرے گی۔Overseas Pakistanis کے متعلق بھی بات کرنی چاہیے۔پتہ نہیں آپ نے کمیٹی اجلاس کے لئے allow کیا ہے یا نہیں۔میں meeting کے لئے دو مہینے سے انتظار کر رہی ہوں۔سپریم کورٹ نے حکومت سے کہا کہ Overseas کے متعلق آپ ہم سے نہیں پوچھیں بلکہ پارلیمنٹ سے مشورہ کریں۔میں چاہوں گی کہ کمیٹی میں بات ضرور ہو لیکن اس معاملے میں Committee of

the Whole بھی بلانی چاہیے۔یہ serious باتیں ہوتی ہیں۔ Legislation Parliament کا حق ہے۔یہ بات بہت معیوب ہو گی لیکن یہ پارلیمنٹ کو جوتے کی نوک پر رکھنا چاہتے ہیں۔یہ سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ ان کے گھر کی لونڈی ہے۔یہ ان کے باپ کی جاگیر ہے۔یہ اس طرح نہیں ہے اور یہ ملک اس طرح نہیں چل سکتا کہ آپ صوبوں کے حقوق کی violations کریں۔

جناب!آپ indigenous لوگوں کے کاندھوں پر چڑھ کر اپنے مفادات کے لئے جس طرح آگے بڑھنا چاہتے ہیں،آپ نہیں بڑھ سکتے۔آپ کی identification ختم ہو جائے گی۔آپ کا نام ختم ہو جائے گا۔آپ کو کیا لگتا ہے کہ آنے والے تین سال،پانچ سال یا اس سے آگے دس سال حکومت کر کے آپ کے سر پر سرخاب کے پر نکل آئیں گے۔یہ ہو ہی نہیں سکتا۔یہاں وزیر قانون نے روسو کے Social Contract کے متعلق بات کی۔میں دوسرے لوگوں کو بھی quote کر سکتی ہوں۔میں قائداعظم اور علامہ اقبال کو بھی quote کر سکتی ہوں۔ Pakistan Resolution of 1940 پر صوبے اس وجہ سے راضی ہوئے تھے کیونکہ اس میں یہی تھا کہ صوبوں کو خود مختاری حاصل ہو گی،انہیں rights ملیں گے۔اس میں زبان کے حوالے سے بھی بات کی گئی تھی۔ہر سال 23 مارچ منایا جاتا ہے لیکن 1940 کی قرارداد کا جو مقام ہے،وہ شاید کسی کو یاد نہ ہو۔ایوان میں لگے جناح صاحب کی تصویر کے نیچے آپ بیٹھے ہیں۔ہم بھی اپنے سامنے انہیں دیکھتے ہیں۔حکومت کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اقتدار میں tenure تین سال،پانچ سال یا دس سال تک ہو سکتی ہے لیکن اس کے بعد آپ کو عوام میں رہنا پڑتا ہے۔یہ عوام سے بھاگتے ہیں۔ایسا انہوں نے کوئٹہ میں کر کے دکھایا۔انہوں نے کس طریقے سے تعزیت کی۔ضد تو پوری کر لی لیکن تاریخ میں ان پر ایک دھبہ لگ گیا۔وہ ایک black day تھا جب ہمارے گیارہ کان کنوں کی شہادت ہوئی۔وہ پاکستان کے بیٹے تھے،اس سے ساری قوم کو تکلیف ہوئی۔ Prime Minister صاحب کھوکھلے ہو چکے ہیں،انہیں قوم کا باپ بن کر دیکھنا چاہیے تھا،انہوں نے اپنے حوالے سے standard اتنا نیچے کر دیا ہے کہ اب لوگ انہیں serious نہیں لے سکتے۔اس حوالے سے اس ہاؤس میں جو debate ہو رہی ہے اور جو لوگ صوبوں کی حقیقی نمائندگی کر رہے ہیں،انہیں باری دی جانی چاہیے۔۔انہوں نے جنرل صاحب کی بات پر پارلیمنٹ کی supremacy quote کی۔کیا آپ آئین پر یقین نہیں رکھتے کہ جہاں سے

essence drive ہوتا ہے، آپ کون سی پارلیمنٹ چلانا چاہ رہے ہیں، آپ ordinance کی دم پر اڑان بھرنا چاہتے ہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، یہ آپ کو پسپائی کی طرف لے جائے گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ہمارے former Deputy Speaker, Federal Minister حاجی نواز کھوکھر صاحب ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ مولانا فیض محمد صاحب ان کی مغفرت کے لیے دعا کریں۔

(اس موقع پر ایوان میں دعائے مغفرت کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! جزیروں اور دیگر امور پر کافی گفتگو ہوئی، سینیٹر سسی پلیجو نے اس کا بڑا مفصل جواب دیا۔ میں جزیروں کے مسئلے کو، صوبوں کی خود مختاری کو سلب کرنے کے مسئلے کو، اس ملک کو دوبارہ one unit میں تبدیل کرنے کے مسئلے کو، 1973 کے آئین کو 1962 کے آئین کے shadow میں لانے کی کوشش کو، جو اقدامات Article 50 کے تحت پارلیمان کا حصہ ہیں، ان کی مختلف appointments جو تقریباً دس یا بارہ ہیں، ان کو کس طرح اعلیٰ عدالتوں نے set aside کیا، ان ill-intentioned reference کو سپریم کورٹ کے Judges کے خلاف کس طرح set aside کیا گیا، یہ تمام باتیں اپنی جگہ ہیں لیکن اب پاکستان ایسے نہج پر کھڑا ہوا ہے کہ جہاں پر یہ ساری بحث بے معنی لگ رہی ہے، وہ اس لیے بے معنی لگ رہی ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ ریاست نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے اس ملک میں جو تمام تر fault lines موجود ہیں، انہیں اجاگر کیا جائے، اس کی کیا cost ہو گی، اس کے کیا اثرات وفاق پر مرتب ہوں گے، اسے مدنظر نہیں رکھا جا رہا۔

جناب چیئرمین! اس ملک میں بڑے عرصے سے یہ روایت چلی آ رہی تھی، مشکل سے وہ کچھ وقت کے لیے ختم ہوئی تھی لیکن اب پھر اسی روایت کو اجاگر کیا جا رہا ہے کہ جو بھی اپنے حقوق کے لیے، صوبائی خود مختاری کے لیے، آزادی صحافت کے لیے، طلباء اور labour unions کے لیے آواز اٹھاتا ہے، اسے غدار وطن کا تمغہ دے دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ایسے قوانین نافذ کیے جا رہے ہیں کہ جن کا بے دریغ استعمال ہو رہا ہے۔ لاہور میں نہتے طلباء کا جلسہ اور جلوس ہوا، ان پر sedition کا

charge لگ گیا۔ Academic freedom کے لئے لاہور کے Academics نے جلوس نکالا تو وہ پروفیسر غائب ہو گیا، کچھ دنوں کے بعد جب واویلا مچا تو وہ پروفیسر برآمد ہو گیا۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت trade unions کو ختم کیا جا رہا ہے، اُن کی قوت کو تقسیم کیا جا رہا ہے لیکن ریاست یہ بات نہیں سوچ رہی کہ یہ جو آپ اتنے fault lines کھولتے چلے جا رہے ہیں، آپ اتنی polarization کرتے چلے جا رہے ہیں، میں آپ سے اس بات پر agree کرتا ہوں کہ بھارت جیسے ملک پاکستان میں اُن fault lines کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صوبائی خود مختاری کا مسئلہ حل نہیں ہوا تھا، اٹھارھویں ترمیم کے بعد صوبائی خود مختاری کا مسئلہ ایک حد تک آگے بڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس خوبصورت طریقے سے آئین کی ایسی تشریح کی کہ جو شاید کوئی اور سنے تو شرمندہ ہو جائے۔ آپ نے اس مسئلے کو اور اس polarization کو دوبارہ اجاگر کیا، آپ نے اس polarization کو مزید آگے بڑھایا۔ آپ آج جو بات کر رہے ہیں، میں اس پر بات نہیں کروں گا کیونکہ وہ مسئلہ عدالت کے سامنے ہے اور I am also appearing in that. میں یہاں پر صرف اس کا اشارہ ضرور دوں گا کہ آپ نے اس وقت سینیٹ کے انتخابات کے مسئلے کو چھیڑا، کسی کو transparency سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن اس کا جو affect ہو گا، اگر آپ اس میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جناب چیئرمین! show of hand سے effect یہ ہو گا کہ جو چھوٹی nationalist parties ہیں جس کے لیے آئین اور سینیٹ بنا تھا، اگر آپ debates کو اٹھا کر دیکھ لیں، ان میں یہ بات تھی کہ سینیٹ میں اس لیے proportional representation دی جا رہی ہے کہ تمام spectrums of political opinion ہیں جو صوبائی اسمبلی میں موجود ہیں، وہ وفاق کا حصہ بنیں۔ آپ نے جو بات کی، اس سے وہ fault line ایک بار پھر بڑھ جائے گی، اگر یہاں پر بیٹھ کر nationalists وفاق میں اپنی بات نہیں کر سکیں گے۔ جناب! آپ سوچیں کہ اس کے repercussions Federation پر کیا ہوں گے۔ ہم یہ باتیں پہلے بھی کرتے رہے ہیں اور آپ بھی آرام سے سنتے رہے ہیں لیکن ان باتوں کا فائدہ کوئی نہیں ہو رہا جب فائدہ نہیں ہو رہا تو اس سے وفاق کا نقصان ہو رہا ہے۔

جناب! میں یہاں پر پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں اور میں آج بھی یہ بات کہتا ہوں کہ میں ایک interpretation کروں گا اور فروغ نسیم صاحب مجھ سے بہت قابل وکیل ہیں، وہ دوسری

interpretation کریں گے، اس سے فرق نہیں پڑے گا، Article-172 کا islands اور اس کے سلسلے میں intent کیا ہے، وہ بھی بڑی اچھی طرح جانتے ہیں اور میں بھی بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ جناب! مسئلہ یہ ہے کہ جب تک تمام ادارے اس بات پر رضامند نہیں ہوتے جو 1973 trichotomy of power کے Constitution میں دی ہوئی ہے، اس trichotomy of power کو implement کیا جائے۔ اس وقت تک یہ تمام باتیں بے سود ہیں، آپ کبھی کسی کو استعمال کرتے ہیں، آپ آئین کو circumvent کرنے کے لیے کبھی کسی اور ادارے کو استعمال کرتے ہیں۔ جناب! اب آئین سے یہ کھلواڑ مزید نہیں چل سکتا کیونکہ آئین سے کھلواڑ وفاق سے کھلواڑ ہے اور ہمیں اس بات کو سمجھنا چاہیے۔ آئین کے تحت تین ادارے ہیں، یہ Executive, Parliament and Judiciary ہیں۔ پارلیمنٹ نے پہلے بھی پہل کی، یہ کہا جاتا ہے کہ کیا forum ہو گا، Parliament forum ہے، مزید specify کرنا ہے تو پارلیمنٹ نے پہلے بھی پہل کی۔ سینیٹ نے پہل کی، Committee of the Whole بیٹھی، دیگر ادارے آئے، اسی ہال میں آئے، یہاں پر بات ہوئی۔ یہ dialogue Parliament کو initiate کرنا ہے، اگر پارلیمنٹ اس dialogue کو اداروں کے درمیان initiate کرنے میں، جناب چیئرمین! یہاں پر واضح کر دوں کہ میں اس dialogue کی بات نہیں کر رہا جو Opposition and Government کے درمیان ہیں، وہ dialogue ہرگز نہیں ہو سکتا اور اس dialogue کا فائدہ بھی کوئی نہیں ہے۔ Mr. Chairman, that would mean that Pakistan's ruling elite will make compromises in one form or another to extenuate their rule. لہذا، میں Opposition and Government dialogue کی بات نہیں کر رہا، میں اداروں کے درمیان dialogue کی بات کر رہا ہوں اور اداروں کے درمیان dialogue وفاق کو مستحکم کرنے کا وفاق کو آگے لے جانے کا حل ہے واحد حل ہے، جب تک ریاست پاکستان اور پاکستان کا ہر شہری اور پاکستان کا ہر ادارہ اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ اس کا اوڑھنا بچھونا آئین پاکستان ہے اور اس میں اب cleverness and niceties سے کام نہیں چلے گا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ سینیٹر اورنگزیب خان صاحب۔

Senator Aurangzeb Khan

سینیٹر اورنگزیب خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں اپنی گفتگو کا آغاز ایک پشتو شعر سے کرتا ہوں، عبدالرحمٰن بابا کا ایک شعر ہے (پشتو شعر) جناب! یہ Opposition کا second requisitioned session چل رہا ہے، میں پہلے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکا کیونکہ میں out of the country تھا۔ میں باہر تھا تو میں T.V اور خاص کر YouTube پر اجلاس کی کارروائی دیکھتا رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تقریباً اڑھائی سال ہو گئے ہیں اور ماشاء اللہ آج سینیٹر لفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم صاحب نے ایک دلچسپ تقریر کی اور انہوں نے بار بار یہ ذکر کیا کہ پارلیمنٹ کو اہمیت دینی چاہیے، I appreciate that اور پارلیمنٹ کو اہمیت دینی چاہیے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ماشاء اللہ Opposition side پر بڑے بڑے قانون دان بیٹھے ہیں کہ ہم ان سے توقع کرتے تھے کہ یہ مساوات، برابری اور پارلیمنٹ کے حق میں بات کریں لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہے۔

جناب! اڑھائی سال ہو گئے ہیں جب سے PTI کی حکومت آئی ہے تو Opposition سے یہ برداشت نہیں ہوتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب وزیراعظم جناب عمران خان صاحب نے حلف اٹھایا، انہوں نے حلف اٹھانے کے بعد ایک بات کی، مجھے اچھی طرح سے یاد ہے انہوں نے کہا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ تمام مخالفین ایک ساتھ ہوں گے اور یقیناً جس طرح انہوں نے پیشگوئی کی، وہی حقیقت نکلی اور آج ہم دیکھ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ پارلیمنٹ House of the Federation ہے، 22 کروڑ عوام اس پارلیمنٹ سے طلب گار ہیں لیکن بدقسمتی سے پچھلے اڑھائی سالوں میں ہمارے معزز اراکین نے عوام کو جو سکھایا اور یہ انہیں جس طرح کی تعلیم و تربیت دے رہے ہیں، میرے خیال میں یہ ملک اور قوم کے ساتھ ظلم ہے۔ گزشتہ اڑھائی سالوں سے ہم یہی سن رہے ہیں کہ selected حکومت، فلاں حکومت، کبھی ایک الزام اور کبھی دوسرا الزام۔ ہم نے گزشتہ اڑھائی سال صرف الزامات میں گزارے، قانون سازی کہاں ہے؟ اس ایوان میں کہاں قانون سازی ہوئی؟ میری درخواست یہ ہے کہ اڑھائی سالوں میں اس ایوان کا جو وقت ضائع ہوا ہے، چاہے وہ Government Benches or Opposition Benches کی طرف سے ہوا ہو، یہ 22 کروڑ عوام کے قرض دار ہیں اور یہ قرض

ہر صورت میں ادا ہو گا۔ NAB کی جو بات ہے، NAB حکومت اور پارلیمنٹ کے ماتحت ہے، اگر چور نہیں ہیں تو پھر خوف کس چیز کا ہے۔ آئیں اور مقابلہ کریں، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ جائیں اور اپنا مقدمہ challenge کریں لیکن حکومت پر تنقید کرنے سے یہ کام نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین! میں ایجنڈے کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مہنگائی کا ذکر کیا۔ اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو بین الاقوامی سطح پر بھی بہت مہنگائی ہے۔ اگر ہم پاکستان کا بین الاقوامی سطح سے comparison کریں تو یہاں پھر بھی ڈالر یا درہم کے حساب سے ہر چیز stable ہے لیکن بد قسمتی سے کوئی حق اور سچائی کی بات نہیں کر سکتا ہے۔ یہاں ہم ہر چیز پر سیاست کرتے ہیں۔ اور چیزوں کو تو چھوڑیں، یہاں پر ملک اور قوم کی سلامتی کا بل تھا جو اس ایوان سے reject ہوا۔ یہ کتنے شرم کا مقام ہے، ہم نے اس پر بھی سیاست کی۔ 22 کروڑ عوام کو ہم نے بتایا کہ ہمیں ملک اور قوم کی کوئی فکر نہیں ہے، ہم جو بھی کرتے ہیں اپنی سیاست کی خاطر کرتے ہیں۔ یہ ملک صرف Government Benches کا نہیں ہے، یہ 22 کروڑ عوام کا ملک ہے، ملک اور قوم کی فکر ہونی چاہیے تب یہ سلسلہ چلے گا۔ ابھی انہوں نے economy کا ذکر کیا، جناب چیئرمین! پاکستان تو 1947 میں آزاد ہوا تھا، تب سے لے کر آج تک آپ حساب کریں تو یہ قرضوں کا انبار کس نے کھڑا کیا۔ ابھی محترم جنرل قیوم صاحب نے کہا کہ کیا یہ بھی opposition کا قصور تھا، اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے۔ اگر یہ ملک آج قرض دار نہ ہوتا تو ہم international level پر مقابلہ کرتے ہوتے۔ ہمارے ملک جیسا دنیا میں کوئی اور ملک نہیں ہے لیکن بد قسمتی سے کسی نے ملک کے لیے نہیں سوچا اور آج ہم قرضوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں ایک چیز کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اڑھائی سال ہو گئے ہیں اور ان اڑھائی سالوں میں ہم صرف اور صرف ایک track پر درست چلنا شروع ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم یہ پانچ سال بھی گزاریں گے اور ابھی پاکستان کی ترقی کا وقت آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج میں یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ اگلے پانچ سال بھی ان شاء اللہ عمران خان کے ہیں۔ ہم کر کے دکھائیں گے اور یہ ملک ترقی کرے گا۔ یہ یہاں بولنے سے نہیں ہو گا اور نہ تقاریر سے ہوتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ پوری دنیا دیکھے گی اور پوری دنیا عمران خان کو ایک عظیم لیڈر کہتی ہے اور آپ لوگ بھی ان کی favour کریں۔ آپ سیاست چھوڑیں اور آپ اپنی ناکامیوں سے سبق سیکھیں۔

جس طرح ہم لوگ آپ کی تقاریر سنتے ہیں، آپ بھی اسی طرح میری تقریر آرام سے سنیں، یہ ہمارا حق ہے۔ آپ قوم اور ملک پر رحم کریں۔ آپ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ یہ بھی شکر ہے کہ آپ نے PDM بنائی ہے نہیں تو پہلے ایک ایک جماعت کا نام لینا پڑتا تھا اور پھر ناراض بھی ہوتے تھے کہ آپ نام کیوں لیتے ہیں۔ PDM میں گیارہ جماعتوں کو اکٹھا کر کے آپ لوگوں نے کیا کیا؟ آپ نے قوم کا وقت ضائع کیا ہے۔ بہرہ مند تنگی صاحب! آپ تو مجھ سے بھی زیادہ گرم جوش تقاریر کرنے والے سینیٹر ہیں، آپ تھوڑا حق کی بات بولیں، آپ نے قوم اور ملک کا صرف وقت خراب کیا ہے۔ آپ نے اس میں بھی شکست کھائی ہے، 22 کروڑ عوام کہتی ہے کہ اپوزیشن نے بری طرح شکست کھائی ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ ان شاء اللہ سینیٹ کا الیکشن آنے والا ہے، وہ بھی آپ کے سامنے ہو گا۔ آپ لوگ اگر قوم کی بات کریں گے تو یہ آپ کے لیے بہت بہترین ہو گا۔ آپ اپنی سیاست کی خاطر ملک پر جس طرح بمباری کرتے ہیں اس سے آپ لوگ گریز کریں۔ آج میں یہ بھی نشان دہی کرتا ہوں اور پشتو میں ایک مثال ہے کہ پہلے تولو، پھر بولو۔ جس طرح اداروں، ملک اور آرمی کے خلاف آپ بولتے ہیں۔ آرمی کون ہے، ہماری محافظ ہے۔ آپ کے سامنے ہے کہ کتنی شہادتیں ہوئی ہیں، انہیں بھی معلوم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس طرح کی تقاریر آپ کے گلے میں پڑ جائیں اور یہ حقیقت ہے۔ جب وقت آئے گا تو وہ یہ ثابت کرے گا۔

جناب چیئرمین! یہ ملک بھی ہمارا ہے، ادارے بھی ہمارے ہیں، آرمی بھی ہماری ہے اور ہر چیز ہماری ہے، ہمیں ہر کسی کے بارے میں احترام سے بولنا چاہیے۔ اس کے علاوہ آخر میں آپ کے نوٹس میں ایک چیز لانا چاہتا ہوں کہ بعض اداروں کی وجہ سے کچھ رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں، میں ایک نشان دہی کرتا ہوں کہ ہمارا Planning Department ہے، اس کے سیکریٹری کی وجہ سے رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں۔ Planning Department ایک اہم ادارہ ہے، اس پر بھی آپ ایکشن لیں کہ وہ بعض کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ جی. Leader of the Opposition

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق (قائد حزب اختلاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سندھ اور بلوچستان کے islands کا جو مسئلہ ہے یہ بہت اہمیت کا حامل اس لیے ہے کہ دو صوبائی

اسمبلیوں نے اس بارے میں بڑا واضح فیصلہ دیا ہے کہ یہ صوبوں کے اختیار میں رہنا چاہیے اور اسے سنٹر میں لے جانے کی وجہ سے بہت شدید ردعمل ہو گا۔ اب اگر ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ ایک Federation ہے اور یہ House of the Federation ہے اور اس کے ارکان کی تعداد بھی ہر اکائی سے مساوی رکھی گئی ہے تو اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ ہر اکائی کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ آبادی کے لحاظ سے ہو یا نہ ہو، اداروں کی طاقت یا کمزوری کی وجہ سے بے شک نہ ہو لیکن اگر ان کے منتخب نمائندے، جیسا کہ سندھ کی اسمبلی نے resolution pass کی، جیسے بلوچستان اسمبلی میں یہ فیصلہ ہوا کہ یہ جو جزائر ہیں یا ان صوبوں کے ان جگہوں پر اور ساحل پر جو حقوق ہیں اگر ان کو ان صوبوں سے لے لیا جائے اور دونوں صوبوں کی عوام کو اس سے محروم کر دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کی طرف بڑی سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی estoppel کا معاملہ نہیں ہے کہ کوئی آدمی اگر کسی کو agreement کے وقت کہے کہ میں آپ کا کرایہ دار ہوں اور بعد میں وہ یہ کہے کہ میں اس کا مالک ہوں تو اس کو کہا جائے کہ آپ اپنا فیصلہ بدل نہیں سکتے کیونکہ اس پر عمل درآمد ہو گیا ہے۔ آپ کو پتا ہو گا کہ جب یہاں بجلی کی بڑی قلت تھی اور یہ جو دونوں صوبے تھے، ان میں یہ بات کہی گئی تھی کہ یہ ڈیم نہیں بننا چاہیے تو اس وجہ سے فیصلہ یہی ہوا کہ ہم ان صوبوں کی رائے کو مسترد نہیں کر سکتے، اس کو اہمیت نہیں دیتے، اس کو وزن نہیں دیتے۔ رضا ربانی صاحب نے جو arguments دیے ہیں، میں ان کی تائید کرتا ہوں کہ اگر صوبۂ سندھ یہ کہتا ہے کہ نہیں، یہ ہمارے پاس رہنے چاہییں تو ہم یہ کہیں کہ دو دن پہلے اس پر آپ نے یہ کہا تھا اور اس پر عمل درآمد ہو گیا ہے تو یہ بات درست نہیں ہے۔

اس سے پہلے جو فیصلہ ہوا تھا، وہ کوئی سندھ اسمبلی نے نہیں کیا تھا، بلوچستان اسمبلی نے نہیں کیا تھا لیکن جو وہ یہ کہتے ہیں، اپنی رائے دیتے ہیں اور مستقل رائے دیتے ہیں تو پھر اسے نظر انداز کرنا قومی یکجہتی کے منافی ہو گا۔ اس کے اثرات ملک کے لیے، قومی یکجہتی کے لیے اور پاکستان کے مستقبل کے لیے بڑے منفی ہوں گے۔ اس لیے اس کو کسی technical معاملے پر نہیں لے جانا چاہیے بلکہ broadly اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ اگر ان اسمبلیوں کے نمائندوں نے یہ فیصلہ کیا ہے تو ہمیں اس کا احترام کرنا چاہیے۔ صرف اسی میں پاکستان کی بچت ہے اور اسی میں ہماری یکجہتی کا مستقبل ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت مہربانی۔ ڈپٹی چیئرمین صاحب۔

Senator Saleem Mandviwala, Deputy Chairman

Senator Saleem Mandviwala: Chairman sahib, thank you. Sorry, if I have taken anybody's turn, I apologize. I think the Island issue has been concluded by Raja sahib that there is no doubt that we are House of Federation and if we don't accept the verdict of provincial assemblies

تو میرے خیال میں پھر ہم سب کو گھر چلے جانا چاہیے اور فیڈریشن کو بند کر دینا چاہیے۔ میرے خیال میں صوبوں کی جو بھی desire ہے، ہمیں اس سے agree کرنا چاہیے۔ آپ بھی بلوچستان سے ہیں، میں سندھ سے ہوں، I think we should honour the assemblies of provinces. رضا ربانی صاحب نے بھی بڑی اچھی بات کی۔ اس میں تو کوئی دو رائے نہیں ہے اور نہ ہی حکومتی benches سے یہ بات آئی کہ ہمیں صوبوں کی بات نہیں ماننی چاہیے۔

چیئرمین صاحب! گو کہ آپ NAB کا agenda conclude کر چکے ہیں مگر آپ کو یاد ہوگا last discussion میں آپ نے یہ کہا تھا کہ ہم اس پر بیٹھ کر میٹنگ کریں گے اور اسے discuss کریں گے۔ میں اس issue کو دوبارہ اس لیے raise کر رہا ہوں کہ اگر تو یہ agenda, for any reason, conclude نہیں ہوا تو I will be forced to bring a resolution during this session. اس میں کوئی personal agenda نہیں ہے، ان دو resolutions کے بارے میں سارے ہاؤس کو پتا ہے، حکومت کو بھی پتا ہے، وہ resolution, accountability resolution ہے جو کہ حکومت بھی چاہتی ہے کہ احتساب ہو، ہم بھی چاہتے ہیں کہ احتساب ہو۔ Those resolutions only call for that. میں آپ سے دوبارہ درخواست کروں گا۔

جناب چیئرمین: سلیم صاحب! میں آیا تھا، آپ کل بھی نہیں تھے اور پرسوں بھی۔ لہٰذا، اس پر ہم کل بیٹھ جائیں گے، وزیر قانون بھی دو مرتبہ آئے تھے، شہزادا اکبر بھی آئے تھے کہ ہم بیٹھ کر اس پر دیکھ لیتے ہیں۔

سینیٹر سلیم مانڈوی والا: میں لیڈر آف اپوزیشن کو بھی request کروں گا کہ وہ بھی involve ہوں، لیڈر آف دی ہاؤس بھی involve ہوں۔ Whatever is concluded میں چاہتا ہوں کہ اس ہاؤس کے consensus سے یہ چیز ہو کیونکہ یہ سب کے interest میں ہے۔ It is not a personal issue. دوسری بات، محسن عزیز صاحب نے تقریر کی، میں ادھر نہیں تھا تو نہ تو میں نے محسن عزیز صاحب کا نام لیا کسی اور context میں، صرف اس context میں لیا کہ یہ پریشان ہوئے اور کسی context میں نہیں لیا، آپ کو بھی یہ پتا ہے۔ جو انہوں نے کہا کہ nobody is above the law, I endorse this statement, nobody is above the law. مگر کسی کی پگڑی اچھالنا کسی کا right نہیں ہے۔ ہم تو اس وقت Russia میں تھے، محسن عزیز صاحب جو کچھ کہیں، ہمارے ساتھ جاوید عباسی بھی تھے، دوسرے سینیٹرز بھی تھے، میرا point صرف یہ تھا کہ کسی پر کوئی بھی charge ہو، اس کی پگڑی نہ اچھالی جائے، اس کو ذلیل نہ کیا جائے before it is proven in the court that it is correct or not. اس کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہیں تھا۔ اگر محسن عزیز صاحب کو میرے کہنے سے کوئی دکھ پہنچا ہے تو میں ان سے apologise کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ لیڈر آف دی ہاؤس پلیز۔

Senator Dr. Shahzad Waseem, Leader of the House

سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم: جناب چیئرمین! شکریہ۔ آج Bundal Islands کے حوالے سے بڑی سیر حاصل گفتگو ہوئی اور ہمارے بڑے ہی معزز colleagues نے مختلف قانونی نکات پر بھی بات کی۔ لیڈر آف اپوزیشن نے بھی ایک بہت اہم issue کی طرف توجہ دلائی۔ ایک تاثر یہ ابھرا کہ شاید وفاقی حکومت، صوبائی حکومت کے کسی right کے اوپر یا کسی زمین کے اوپر، "قبضے" کا لفظ استعمال کیا گیا، قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! یہ جو Bundal Islands کا issue ہے، اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ پاکستان کا چپہ چپہ قیمتی ہے، پاکستان کا چپہ چپہ پاکستان کے عوام کی امانت ہے اور پاکستان کا چپہ چپہ اپنے عوام کے لیے اور اس دھرتی پر بسنے والوں کے لیے سونا اگلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ٹھیک ہے صوبوں کی اپنے حوالے سے شناخت ضرور ہے، کوئی سندھی ہے، کوئی بلوچی ہے، کوئی پنجابی ہے اور کوئی پختون

ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ جو سب سے بڑی شناخت، جس نے ہم سب کو ایک لڑی میں پرویا ہوا ہے، وہ پاکستان کی ہے۔ وفاقی حکومت بھی جب کسی صوبے کی طرف دیکھتی ہے تو وہ پاکستان کی نظر سے دیکھتی ہے۔ جیسے ماں کے نزدیک سب اولاد عزیز ہوتی ہے، اسی طرح تمام صوبے، ان کی خود مختاری اور ان کی فلاح و بہبود وفاق کے نزدیک اسی طرح معتبر ہوتے ہیں۔ جب صوبے مضبوط ہوتے ہیں، ترقی کرتے ہیں تو وفاق اور ملک ترقی کرتا ہے۔

یہ جو islands ہیں، اگر ان پر فوری توجہ نہ دی جائے تو studies کے مطابق اگلے دس بیس سالوں میں ان کا مزید برا حال ہو جائے گا۔ اس وقت وہاں پر ہو کیا رہا ہے؟ وہاں پر environmental issues ہیں، سارا polluted water وہاں پر جا رہا ہے، اس وجہ سے وہاں ماہی گیری کو خطرہ ہے اور وہاں پر mangroves کو خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ اگر ان islands کو develop کیا جاتا ہے تو اس کا ایک بڑا economic benefit ہو گا اور اس کا سب سے بڑا beneficiary خود صوبہ سندھ ہو گا۔ یہ surety وفاق نے دی بھی ہے۔

جناب چیئرمین! نہ صرف foreign direct investment آئے گی بلکہ job opportunities create ہوں گی۔ وہاں پر معیشت کا پہیہ چلے گا، اس سے کئی صنعتوں کو فائدہ ہو گا۔ وہاں پر local ماہی گیروں کو فائدہ ہو گا۔ وہاں سے جو revenue generate ہو گا، وہ بھی صوبہ سندھ کے حصے میں آئے گا۔ اب ordinance کے حوالے سے میں اس کی قانونی بحث میں نہیں جاتا، دونوں اطراف کے میرے بہت ہی معزز colleagues نے اس پر بات کی ہے، میں اس detail میں نہیں جاتا مگر اب وہ ordinance lapse کر چکا ہے۔ اس سلسلے میں اگر قانون سازی کی ضرورت پڑے یا ہمیں کوئی اور سلسلہ کرنا ہو تو یقیناً وہاں پر ترقی کا جو بھی خواب ہے، وہ صوبائی حکومت کی معاونت، مشاورت اور leading role کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ہمیں اس بات کا ادراک ہے۔ یہاں point scoring کے لیے بات ہوتی رہتی ہے، social indicators اٹھا کر دیکھ لیں، میں اس طرف نہیں جانا چاہتا، میں صرف اتنی بات کرنا چاہتا ہوں کہ آئیں مل کر اس ملک کے ہر حصے کو اپنا سمجھ کر، اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے، وفاق اپنی ذمہ داریاں نبھائے، صوبہ اپنی ذمہ داریاں نبھائے، ہم ایک ایسا لائحہ عمل اختیار کریں تاکہ صوبے کی بھی ترقی ہو اور اس کے beneficiaries وہاں کے عوام ہوں، میری اتنی درخواست ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: جناب چیئرمین! پنجابی، بلوچی، سندھی، بلوچی نہیں ہیں، ہم بلوچ ہیں، بلوچی ہماری language ہے۔ براہ مہربانی record درست کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ سینیٹر عثمان خان کاکڑ۔

Senator Muhammad Usman Khan Kakar

سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! جزائر کا یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ وفاق کسے کہتے ہیں؟ سب سے پہلے یہاں سے start ہونا چاہیے کہ وفاق کیا ہے؟ وفاق کی بنیاد federating units پر ہے اور وفاق میں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا ہیں۔ ایک آئینی معاہدے کے تحت یہ قومی اکائیاں 73 سالوں سے وفاق کے زیر انتظام ہیں۔ ہر وفاقی unit کی ہزاروں سالوں پر محیط ایک تاریخ ہے۔ پاکستان نہیں تھا، یہ جزائر سندھ کے تھے، پاکستان نہیں تھا، یہ جزائر بلوچستان کے تھے۔ اگر بلوچستان پاکستان کے ساتھ نہ ہوتا تو آج آپ کس طرح گوادر کی ملکیت کا دعویٰ کرتے؟ جناب والا! Article 1 (2) اکائیوں کی حدود کے حوالے سے ہے کہ اس میں آنے والی جو بھی معدنیات ہیں، زمین ہے، جزائر ہیں، یہ ان کی ملکیت ہیں، ان پر وہاں کی عوام کا اختیار ہے۔ جزائر زمین ہے، پانی نہیں ہے، سمندر نہیں ہے۔ ہر وفاقی unit کی ایک ایک انچ زمین پر اس وفاقی unit کے عوام کا حق ہے۔ Article 152 میں وفاقی units کا بھی بہت واضح ذکر ہے اور اس کے اندر زمین کا اختیار بھی اسی وفاقی unit کا ہے، اس صوبے کا ہے، اس قومی وحدت کا ہے۔ آپ ان جزائر کو چھوڑ دیں، اگر وفاق کسی منصوبے کے لیے، چاہے کوئی بھی وفاقی محکمہ وہاں کوئی کام کرنا چاہتا ہے، اسے زمین کی ضرورت ہے تو وہ federating unit کی اجازت سے lease پر یا قیمت دے کر وہاں کام کر سکتا ہے۔ اگر وفاقی unit اس سے اتفاق نہ کرے تو وہاں کوئی بھی وفاقی محکمہ کام نہیں کر سکتا۔

جناب والا! یہاں 31st August, 2020 کو Island Development Authority کے نام پر صدارتی Ordinance جاری ہوا جو سراسر غلط ہے۔ یہاں وزیر صاحب نے کہا کہ جب اجلاس نہ تو پھر ordinances جاری ہوتے ہیں، ہم اس کے گواہ ہیں کہ اجلاس کے دوران بھی ordinances جاری ہوئے ہیں، اجلاس call کیا گیا، اس دوران بھی ordinances جاری ہوئے ہیں۔ یہ ordinance بھنڈر اور ڈنگی پر قبضے کا آغاز تھا۔ یہ صرف دو جزائر نہیں ہیں بلکہ

یہ چھوٹے بڑے جزائر تقریباً تین سو کے قریب ہیں۔ بلوچستان اور سندھ کی اسمبلیوں نے قراردادیں pass کی ہیں، federating unit ہونے کے ناتے ان کہ اہمیت ہے۔ ان دونوں کا تعلق سمندر سے ہے۔ Article 172 and Maritime Act, 1976 میں واضح طور پر ہے کہ 12 nautical miles کے اندر جو بھی معدنیات ہوں یا جو کچھ بھی ہو، وہ اسی federating unit کا ہے۔ اگر تیل نکل آیا تو وہ بھی 50, 50% ہوگا اور اس میں یہ بہت واضح ہے۔

جناب والا! یہاں وزیر صاحب نے کہا کہ یہ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ الطاف حسین کے ساتھی تھے جو یہاں سب کچھ کر رہا تھا، سب اس کی قیادت میں کر رہے تھے۔ میرا تو آج بھی دعویٰ ہے کہ آپ اب بھی اس کی قیادت میں کام کر رہے ہیں، ان شاء اللہ وقت یہ ثابت بھی کر دے گا۔ آپ مشرف کی کابینہ میں تھے، اس کے ساتھ تھے، اس کی حمایت کرتے تھے، آپ کل ٹھیک تھے یا آج ٹھیک ہیں؟ میں تو کہتا ہوں کہ آپ کل بھی غلط تھے، آپ آج بھی غلط ہیں۔ انہوں نے آج آئین کو اٹھایا، آپ خود اس آئین کی پامالی کر رہے تھے، یہ لوگ آئین کی بات مت کریں، یہ وکیل بھی ہیں اور انہیں سب کچھ معلوم ہے۔ لہذا جب انہیں ضرورت پڑتی ہے کہ آئین نقصان دہ ہے تو اس کو پھینک دیتے ہیں، جب انہیں اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کا ایک Article or one point ان کے لیے سود مند ہے تو اسے اٹھا لیتے ہیں، آئین آئین ہے، چاہے سود مند ہو یا نقصان دہ ہو، وزیر صاحب! آپ کو ماننا پڑے گا۔

جناب والا! یہ منصوبہ عوام کے لیے نہیں ہے، سندھ جانے، بلوچستان جانے، ان کے جزائر جانیں، آپ تو بحریہ کے لیے لے رہے ہیں، آپ DHA کے لیے لے رہے ہیں، آپ ریٹائرڈ جنرلوں کے لیے لے رہے ہیں، وہ Australia میں خرید رہے ہیں، یہ لوگ تو سب لے جائیں گے، اگر ہم حقیقت اور تاریخ کی بات کریں تو یہ تاریخ پندرہ، بیس سال پہلے کی ہے۔ یہ ان جزائر کی بندر بانٹ کے لیے کھڑے ہیں اور ہمارے ملک کی مافیا اور international mafia بھی ان کی دوست ہے۔ کوئی امریکہ سے آیا ہے، کوئی انگلینڈ سے آیا ہے، کوئی کینیڈا سے آیا ہے، پتا نہیں کہاں سے ملک کو لوٹنے کے لیے آئے ہوئے ہیں اور موجودہ حکومت کا بنیادی agenda یہ ہے کہ 'ملک برائے فروخت'۔ یہ ملک فروخت ہونے کے لیے نہیں بنا ہے، یہاں اقوام ہیں، یہاں federating units ہیں، اسی کے ساتھ coastal development area کو بھی ہم لوگوں نے نہیں مانا ہے۔ جو CPEC

Development Authority ہے، اس کو بھی ہم نہیں مانیں گے۔ یہ سب قبضہ گیری کا عمل ہے، یہ لوگ وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں پر وزیر صاحب نے کہا ہے کہ بلوچ بہت اچھے لوگ ہیں، بہت غیرت مند لوگ ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے، تین مرتبہ کہا اور آخر میں کہا کہ یہ ہندوستان کے ایجنڈے پر ہیں۔ بلوچ نہ ہندوستان کے ایجنڈے پر ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کے ایجنڈے پر ہیں۔ جس طرح یہ لوگ خود ہیں، البتہ بلوچ اپنی عوام کے ایجنڈے پر ہیں، اپنے قومی وسائل کے ایجنڈے پر ہیں، اپنے وطن کے ایجنڈے پر ہیں، لہٰذا اس طریقے سے نہیں کہنا چاہیے۔ جناب والا! اس Ordinance کو فوری طور پر حکومت واپس لے، اس میں اس ملک کی بقا ہے۔

جناب چیئرمین: سینیٹر محسن عزیز صاحب اور سینیٹر جاوید عباسی صاحب، کیا آپ وہاں بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں؟ یہاں آئیں۔

سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ: Federating units کو وفاق سے بہت گلے شکوے ہیں، ناراضگی ہے بلکہ یہ بداعتمادی میں تبدیل ہو چکی ہے، خاص طور پر موجودہ حکومت کے دوران۔ لہٰذا، یہ کسی کی میراث نہیں ہے، یہ لوگ میراث سمجھتے ہیں۔ نہ سندھ کی زمین کسی کی میراث ہے اور نہ ہی بلوچستان کی زمین کسی کی میراث ہے، اس کے والی وارث ہیں، کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ لہٰذا یہ میراث نہ سمجھیں۔ یہ Ordinance جلد از جلد واپس لے لیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ میں اپنے ساتھیوں سے جو اپوزیشن میں ہیں، ان سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ لوگ تو اجلاس نہیں بلاتے، جو وزیر قانون ہیں، جن لوگوں نے پارلیمنٹ کو تالا لگایا ہے، آپ کا آئین کیا کہتا ہے؟ یہاں تو آپ آئین اٹھا لیتے ہیں، وہاں پر جو آپ کر رہے تھے اور یہاں پر آپ کا آئین کیا کہہ رہا ہے، جسٹس قاضی فائز صاحب نے کہا ہے ہم کسی بھی retired آدمی کو اب زمین نہیں دے سکتے۔ وہاں پر آپ کیوں آئین کی پاسداری نہیں کر رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ اب retired فوجیوں کو زمین نہیں دے سکتے، ان کا کوئی قانونی حق نہیں ہے۔ وہاں پر آپ کا آئین کیا کہتا ہے؟ وہاں پر آپ کیوں خاموش ہیں؟ یہ Ordinance واپس لے لیں۔ میں اپوزیشن والوں سے گزارش کر رہا ہوں کہ ابھی ہم لوگوں نے یہاں پر قرارداد پیش کرنی ہے کیونکہ یہ لوگ اجلاس بلاتے نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ Ordinance lapse کر گیا ہے۔

سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ: نہیں، ہم ابھی کریں گے۔

جناب چیئرمین: وہ کب سے ختم ہو چکا ہے۔

سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ: یہ دوبارہ جاری کر دیں گے۔

جناب چیئرمین: جب آئے گا تب دیکھیں گے۔

سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ: ان لوگوں میں عار و معیار نہیں ہے کہ یہ آئین و قانون کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔ یہ ججوں کو بھی باہر پھینک دیتے ہیں، اپوزیشن کو بھی جیل میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ تو آئین کے تحت حکومت کو چلا ہی نہیں رہے ہیں۔ انہوں نے اب پارلیمنٹ کو بھی تالا لگایا ہوا ہے۔ ان لوگوں پر تو کوئی بھی اعتبار نہیں ہے۔ انہوں نے سندھ اور بلوچستان سے دشمنی کی ہے اور یہ دشمنی ہماری عوام بھولے گی نہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: سینیٹر سراج الحق صاحب۔

Senator Siraj ul Haq

سینیٹر سراج الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیں وقت دیا۔ یہ موضوع بہت ہی اہم ہے، میں بہت اختصار کے ساتھ بات کروں گا۔ 300 کی تعداد میں موجود ان جزیروں پر وہاں کی عوام کا حق ہے۔ وفاقی حکومت کا یہ بیانیہ کہ ہم اس کو develop کر رہے ہیں، ہم وہاں لوگوں کو روزگار دے رہے ہیں، یہ پرانے بادشاہوں کا نظریہ ہے۔ بہت سے ایسے بادشاہ گزرے ہیں جو کسی راستے پر گزرتے ہوئے کسی گھر یا کسی گلی یا کسی کوچے میں کسی خوبصورت انسان کو دیکھتے تو اس کو اٹھا کر اپنے گھر لاتے تھے اور اپنے حرم کا حصہ بناتے تھے۔ ان کا بیانیہ یہی ہوتا تھا کہ یہ تو بہت خوبصورت انسان ہے، ان کو میں نے کپڑے پہنانے ہیں، اچھی خوراک دینی ہے۔ آج وہی بیانیہ ہماری وفاقی حکومت کا ہے کہ ہم نے ان جزیروں کو develop کرنا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ stakeholders کے ساتھ مشاورت کرتے۔ ہم سب پاکستان کی ترقی چاہتے ہیں لیکن جناب والا! یہ بہت خطرناک چیز ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ بنگلہ دیش کی طرح ایک مرتبہ پھر صوبہ سندھ میں یا بلوچستان میں احساس محرومی کی بنیاد پر اور اس طرح کے ظلم اور جبر کے فیصلوں کی بنیاد پر کچھ اور تحریکیں اٹھیں۔ ہمیں سکون کی ضرورت ہے، ہمیں امن کی ضرورت ہے، ہمیں یکجہتی

کی ضرورت ہے۔ وفاق نے جو Ordinance جاری کیا ہے اور Ordinance کے نتیجے میں قوم کے اندر یکجہتی نہیں ہے، صوبوں میں اس پر یکسوئی نہیں ہے۔ اگر صوبہ سندھ کی اسمبلی نے اور صوبہ بلوچستان کی اسمبلی نے اور وہاں کے منتخب لوگوں نے اس کو مسترد کیا ہے تو ہم باقی پاکستان کے 22 کروڑ عوام بھی صوبہ سندھ اور بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ ہیں۔ میں حکومت کو مشورہ دینا چاہوں گا کہ آپ لوگ اپنی ترجیحات کا تعین کرلیں اور آپ جو کہتے ہیں کہ اپوزیشن ہم پر تنقید کر رہی ہے تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی کام کیے بغیر آپ کی تعریف ہو جائے؟ آپ کوئی اچھا کام کریں تاکہ ہم سب مل کر تعریف کریں، ہم تعریف میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔ آپ کو میں مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ترجیحات قوم کے سامنے رکھیں اور سب سے پہلی ترجیح یہ رکھیں کہ آپ ملک کی اقتصادیات کو بہتر بنائیں گے۔ گزشتہ 950 دنوں میں آپ کی وجہ سے، آپ کی پالیسیوں کی وجہ سے اقتصادی حالات خراب ہو گئے ہیں، ہماری کرنسی کی قیمت گر گئی ہے، ہمارے قرضوں میں اضافہ میں ہوا ہے، ماضی میں جس طرح ہمارے خطے کے لوگ East India Company کے غلام بنے تھے، اسی طرح آپ لوگوں کی پالیسیوں کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر ہمارا ملک IMF اور World Bank کا غلام بن گیا ہے۔ ہمارے ملک کا المیہ یہ ہے کہ اس حکومت نے پرانی حکومتوں کی پالیسیوں کو دوام دیا ہے۔ پہلے بھی IMF اور World Bank کے قرضوں پر ملک چلاتے رہے اور یہ حکومت بھی وہی کچھ کر رہی ہے۔ حال یہ ہے کہ جناب وزیر اعظم نے بارہا فرمایا تھا کہ قرضہ لینے سے بہتر ہے کہ میں خودکشی کروں لیکن آج اس حکومت نے قرضہ لینے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔

میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ترجیحات کا تعین کریں۔ مجھے یاد ہے کہ اس سینیٹ میں ہمارے اپوزیشن کے Benches سے آپ لوگوں کو یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ اختلافات اپنی جگہ پر لیکن اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ ہم مل کر آپ کے ساتھ مشاورت کریں، خراب اقتصادی پالیسوں کی وجہ سے اگر کسی پاکستانی کا تعلق پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے، مسلم لیگ کے ساتھ ہے، جماعت اسلامی کے ساتھ ہے، اے این پی کے ساتھ ہے، کوئی غیر جانبدار ہے، کسی بھی پارٹی کے ساتھ نہیں ہے تو ان کی حالت بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

ان 900 دنوں میں آپ مہنگائی، جہالت، غربت اور بے روزگاری کے خلاف نہیں لڑے ،اگر آپ لڑے ہیں اور اگر آپ لوگوں نے کوئی معرکہ سر کیا ہے تو وہ اپوزیشن کے ساتھ لڑتے رہے ہیں، اپوزیشن کے خلاف بولتے رہے ہیں۔ آپ شام کے وقت ٹی وی چینلز پر اپنے بیانیہ کو دیکھیں، اس میں کوئی امید نہیں ہوتی، اس میں کوئی پروگرام نہیں ہوتا، اس میں صرف اور صرف اپوزیشن کے خلاف الزامات اور اپوزیشن کے خلاف بیانیہ ہوتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اداروں کو ٹھیک کریں گے کیونکہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ اور پرویز مشرف کی حکومتوں میں ادارے تباہ ہو گئے ہیں۔ ہمیں بھی یہی یقین تھا کہ شاید آپ کچھ بہتری لائیں گے لیکن پیپلز پارٹی، مسلم لیگ اور پرویز مشرف کے دور میں جس طرح ادارے تباہ ہو گئے تھے، آپ لوگوں نے اس میں کمی کی بجائے اضافہ کیا اور بلاآخر ہم یہ دن بھی دیکھ رہے ہیں کہ اسٹیل ملز جیسا ادارہ جو کہ ایشیاء کا سب سے بڑا ادارہ ہے، جو ایک بہت بڑا تحفہ تھا ہمارے ملک کے لیے لیکن آج آپ لوگوں نے اس میں سے 4,500 سے زیادہ مزدوروں کو نکال دیا۔

میں کراچی گیا تھا، اسٹیل ملز کے مزدور اور ملازمین کے بچے بھی سڑکوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور بھیک مانگنے پر آپ لوگوں نے ان کو مجبور کیا ہے۔ آپ لوگ پی آئی اے کو بہتر بناتے تو ہم تعریف کرتے، آپ ریلوے کو بہتر بناتے تو ہم تعریف کرتے، آپ WAPDA کو بہتر بناتے تو ہم تعریف کرتے۔ مسلم لیگ کے دور میں بھی اس طرح بجلی فیل ہو گئی تھی، بریک ڈاؤن تھا، سب کچھ تھا لیکن کسی ایک علاقے تک محدود تھا۔ آپ لوگوں کا یہ کارنامہ ہے کہ پورا ملک اندھیروں میں ڈوب گیا، سیاست بھی اندھیروں میں ڈوب گئی ہے، ملک بھی اندھیروں میں ڈوب گیا ہے، میں پھر کہوں گا کہ آپ ترجیحات کا تعین کریں۔ آپ لوگوں نے کہا تھا کہ میں کشمیر کا سفیر ہوں، میں پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آج آپ کا کشمیر کہاں ہے؟ اس پر انڈیا نے قبضہ کر لیا ہے، وہ انڈیا کا حصہ بن گیا ہے، آپ لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم صوبوں کو حقوق دیں گے، نو سو دن گزر گئے آپ NFC Award تک نہیں دے سکے آپ کو پوچھنا چاہیے تھا کہ دینے کا کیا طریقہ ہے؟ ہم آپ کو راستہ بتاتے، ہم آپ کو مشورہ دیتے اس لیے کہ ہم ملک و قوم کے لیے مشورہ دینے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیں گے لیکن آج آپ NFC Award نہیں دے سکے۔

جناب چیئر مین! مجھے بس چند منٹ دے دیں میں بات کرنا چاہتا ہوں۔انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم قبائلی علاقوں کو ضم کرنے کے بعد اس کو پشاور، اسلام آباد، کراچی اور کوئٹہ کی طرح ترقی دیں گے آج ہم ان علاقوں میں جاتے ہیں even قائد ایوان یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں، لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ وعدے کہاں گئے ہیں؟ وہ تو پانی پر لکیر ثابت ہو گئے۔ایک ہزار ارب کا وعدہ کیا گیا تھا کہ ہم آپ کو ایک ہزار ارب دیں گے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان نو سو دنوں میں آپ کم از کم انہیں اس کی پہلی قسط تو دیتے۔وہاں پر غربت، مہنگائی، بے روزگاری اور بے یقینی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ جناب چیئر مین!آخری بات کروں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا، ملک کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا، اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم پاکستان کو مدینہ کی اسلامی ریاست کی طرح چلائیں گے اور ہمیں بڑی خوشی ہوئی، ہم نے سو دن انتظار کیا اس لیے کہ جناب عمران خان صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ آپ مجھے سو دن دیں اس کے بعد آپ چاہے اعتراض کریں تو سو دن گزر گئے پھر ان کے اداروں نے یہ کہا کہ آپ چھ مہینے اور دے دیں، چھ مہینے بھی گزر گئے، مدینہ کی اسلامی ریاست کی طرف ایک قدم بھی نہیں لے سکے۔کاش آپ سودی نظام کا خاتمہ کرتے، ہم آپ کی تعریف کرتے، کاش آپ اردو زبان کو سرکاری زبان بناتے اور CSS exam کو آپ انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں لینا شروع کر دیتے جیسا اس ایوان کی قرارداد ہے، ہم آپ کی تعریف کرتے، میرے محترم جناب چیئر مین! مجھے افسوس ہے، میں آخری بات کر کے اجازت چاہوں گا، میں دو دن پہلے کوئٹہ گیا اور کوئٹہ میں میں نے منفی آٹھ درجہ حرارت میں ان لوگوں کو دیکھا جو ہزارہ برادری سے تعلق رکھتے تھے، وہ چوک میں بیٹھے تھے اور صرف نوجوان نہیں تھے، میں فجر کے وقت وہاں پہنچا، مجھے رونا آیا، مجھے افسوس ہوا کہ مائیں، بہنیں اور بیٹیاں بھی وہاں پر موجود تھیں اور ان کا مطالبہ یہی تھا کہ وزیر اعظم تشریف لائیں۔وزیر اعظم ضرور وہاں پر گئے لیکن سات دن گزرنے کے بعد جب پوری دنیا نے ہمارا مذاق اڑایا۔امریکہ، افریقہ، کینیڈا، فرانس، جرمنی میں ہر جگہ مذاق اڑایا گیا۔مدینہ کی ریاست میں تو حکمران کہتے تھے کہ اگر کوئی کتا بھی فرات کے کنارے پر بھوک سے مرتا ہے تو اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا۔جناب چیئر مین! میں اس پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں کہ اداروں کو بہتر بنائیں، قانون کی حکمرانی قائم کریں تاکہ قوم آپ کی تعریف کرے، میرا بھائی رو رہا ہے کہ اپوزیشن اعتراض کر رہی ہے۔آپ ہمیں کوئی چیز دیوار پر دکھائیں کہ یار ہم نے نو سو دنوں میں یہ کر کے دکھایا لیکن آپ بخل سے کام لے رہے ہیں۔ہم آپ کا احترام کرتے ہیں،

قائد ایوان یہاں پر موجود ہیں وہ بڑے غیر جذباتی انداز میں بات کرتے ہیں میں اسے appreciate کرتا ہوں لیکن کاش بتانے کے لیے ان کے پاس کچھ ہوتا وہ ضرور۔۔۔

Mr. Chairman: Thank you.

سینیٹر سراج الحق: وہ ضرور اپنی تقریر کو بہتر بناتے لہٰذا میری آواز بھی سندھ کی عوام کے ساتھ ہے، بلوچستان کی عوام کے ساتھ ہے، جزیروں پر ان کا حق ہے، ان کے جزیرے ان کے حوالے کیے جائیں وہ انہیں develop کرنے اور ترقی دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہاں بھی دماغ موجود ہے، صلاحیت موجود ہے، وہاں پر بھی منتخب حکومت اور منتخب لوگ موجود ہیں وہ جانیں اور ان کا کام لیکن نئے نئے ایشوز کو کھڑا کر کے ملک کو تقسیم کرنے کی کوشش، سازش اور منصوبہ ناکام بنانے کی ضرورت ہے۔

(اس موقع پر ایوان میں نماز مغرب کی آذان سنائی دی)

جناب چیئرمین: بیرسٹر سیف اور پھر آپ۔ جی بیرسٹر سیف۔

Senator Muhammad Ali Khan Saif

سینیٹر محمد علی خان سیف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چیئرمین صاحب! میں جب ایوان میں ہونے والی تقریریں سن رہا تھا تو مجھے اردو ادب کی ایک اقتباس جو میرے ایک بہت ہی پسندیدہ مصنف نسیم حجازی کے بارے میں کسی نے لکھا تھا اور وہ یہ تھا کہ کہتے تھے کہ نسیم حجازی بڑے اسلامی تاریخی ناول لکھتے ہیں، بڑے جذباتی انداز میں اپنے ہیرو کو پیش کرتے لیکن کیونکہ تنقید تھی اور نقاد لکھ رہا تھا تو لکھتا ہے کہ انکے ہیرو کے ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے اور دوسرے ہاتھ میں قرآن ہوتا ہے اور وہ اسلام کی سربلندی کے لیے گھوڑے پر بھاگ رہا ہوتا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آتی کہ گھوڑے کی باگیں کن ہاتھوں میں پکڑی ہوتی ہیں تو یہاں پر یہ تمام گفتگو سننے کے بعد، بڑی جذباتی باتیں ہوئیں، ذاتیات بھی discuss کئے گئے، ذاتی حملے بھی ہوئے جو کہ نہیں ہونے چاہییں۔ ایوان بالا جو ہے وہ بالا لوگوں کا ایوان ہے اس میں اچھے معیار کی بات ہونی چاہیے، personal comments نہیں ہونے چاہییں، ذاتی حملے نہیں ہونے چاہییں اور دلائل سے arguments، سے، rationale، سے، logic سے اپنی بات کو present بھی کرنا چاہیے اور اس کو defend بھی کرنا چاہیے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ زیادہ تعمیری طریقہ خطاب تو یہی ہوگا کہ جو آپ کا anti اور جو آپ کا مخالف ہے اور جو مخالف رائے ہے اس کو آپ اپنی آراء دیں، اپنی تجاویز

دیں۔ماننا یا نہ ماننا اس کی نیت پر ہے لیکن آپ بطور اپوزیشن کے کم از کم ضرور constructive role playکریں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں اگر آپ کی intentionواقعی ریاست کی فلاح کی ہے تو پھر ریاست کی فلاح کی بات کریں۔یہ نہ ہو کہ اگر منسٹر نے تقریر کر دی تو اس کی سیاسی وابستگی کے طعنے جس طرح وہ کیا کہتے ہیں کہ جیسے ہمارے ٹی وی ڈراموں میں جس طرح ساس اور بہو کی لڑائی ہو رہی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو families کے طعنے دینے شروع کر دیے جاتے ہیں۔میرے خیال میں یہ ایک انتہائی low level کی،کم levelکی intellectکا اظہار ہے۔Intellectتو یہ ہے کہ آپ دلائل کے ساتھ بات کریں،rationaleکے ساتھ بات کریں، جی یہ پرویز مشرف کا نوکر تھا،او جی یہ الطاف حسین کا خادم تھا، یار یہ کیا بات ہوئی؟اگر آپ نے یہ بات کرنی ہے تو ایسے تو میرے پاس بھی دو گھنٹے کی تقریر کے لیے دلائل ہیں، میں بھی شروع ہو جاؤں گا کہ آپ کے بڑوں نے کس کس کے ساتھ نوکری اور دلالی کی، یہ تو سب کہہ سکتے ہیں لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے۔اسی طرح جذباتی حملے ہوتے ہیں تو اس میں ہوتا کیا ہے کہ آپ کی اپنی ذاتی بغض اور انا جو ہے وہ کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور دوسرے کے پاس بھی اس کے علاوہ کوئی choice نہیں ہوتی کہ یا تو وہ خاموش ہو جائے اور اگر خاموش نہیں ہوتا تو آپ کے ساتھ پھر اسی level پر آ کر بات کرے تو اس سے ہوتا کیا ہے کہ ہاؤس کا ماحول خراب ہوتا ہے اور یہاں کا ایک ایک سیکنڈ جو ہے وہ قوم کی امانت ہے اور اس پر قوم کے پیسے خرچ ہو رہے ہیں۔ہمیں ذاتی غصے یا جزبات کا اظہار، ہماری انا اور اندر جو ذاتی angerاور anguish ہے ہم اس کے اظہار کے لیے یہاں پر نہیں آئے اس کے لیے باہر press conferencesکریں، journalistsکو بلائیں، بڑے بڑے five star hotelsمیں بڑی press conferencesکریں، خرچہ کریں اور جو کچھ بولنا چاہیں، بولتے رہیں لیکن یہاں ہاؤس میں آ کر آپ پھر تعمیری بات کریں۔ایک تو میرا تمام دوستوں کو یہ مشورہ ہے کہ kindlyاس طرح نہ کریں۔

جناب چیئرمین!دوسری بات یہ ہے کہ Islandsپر بات ہو رہی ہے۔ تو آپ constitutional jurisdiction, territorial jurisdiction and geographic limitationکے اصولوں کی بات کرتے ہیں۔ Montevideoایک conventionہے۔ Montevideo Convention کے نام سے

International Law کا ایک بڑا important convention ہے جس نے سب سے پہلے ریاست کو define کیا۔ یہ United Nations کا پہلا Convention ہے کہ جس میں ریاست کی definition کی گئی کہ modern context میں State کس کو کہیں گے۔ اس میں انہوں نے ریاست کا criteria define کرنے کے بعد ایک important principle وضع کیا کہ یہ ساری چیزیں اگر ہوں گی، کسی ریاست میں، اس کا اپنا علاقہ ہوگا، اس کی independent حکومت ہوگی، وہ sovereignty اختیار کر سکے گا اور اس کی geographical boundaries ہوں گی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ تب ممکن ہے اگر اس entity کے پاس اپنی writ کو enforce کرنے کا اختیار ہے۔ اگر اختیار نہیں ہے تو آپ ایسے کئی علاقے بنائیں لیکن ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ آج کے context میں لیبیا بھی اپنے آپ کو ایک ریاست کہتا ہے لیکن اگر آپ Montevideo Convention کا criteria دیکھ لیں تو اس پر وہ پورا نہیں اترتا کیونکہ لیبیا کے ہر پندرہ میل کے بعد کسی ایک اور Warlord کی حکومت ہے۔ وہاں پر overall authority نہیں ہے جس کے بارے میں آپ کہہ سکیں کہ یہ اس کے کنٹرول میں ہیں اور یہ state authority کو define کر رہی ہے۔ اس لیے ریاست کی definition یہی ہے۔

اب آپ Article 172 کو دیکھیں وہاں پر clear-cut لکھا ہے کہ فیڈریشن ان کا کنٹرول لے سکتا ہے۔ Article 52 میں فیڈریشن کے پاس authority ہے کہ وہ کسی بھی علاقے کو یہ سمجھتی ہے کہ وہ اس کے لیے ضروری ہے تو وہ اس کا کنٹرول اور اختیار لے سکتی ہے۔ یہ اختیار آپ کے آئین نے اس کو دیا ہے۔ اس میں صرف ایک قدغن یا پابندی ہے کہ اگر کسی صوبے کا حصہ وفاق نے اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے تو اس کے لیے terms and conditions کا تعین اس صوبے کے ساتھ کرے گی اور اگر نہیں کر سکتی تو اس میں آخری فیصلہ چیف جسٹس آف پاکستان کا ہوگا۔ اگر آپ کو اس بات پر اعتراض ہے تو آپ چیف جسٹس آف پاکستان سے کہہ دیں کہ ہمیں اتنے پیسے چاہییں یا یہ ہم سے پیسوں کی بات کریں otherwise یہ فیڈریشن کا اختیار ہے اور آپ نے اس کو یہ قانون کے تحت دیے ہیں لیکن یہاں پر نہ تو کسی نے Constitution interpretation پر بات کی اور نہ کسی نے Case law پر بات کی ہے اور اس کے بارے میں کوئی دلائل دیے ہیں کہ کیوں؟ فیڈریشن نے

اگر Article 52 کے تحت اپنی powers کو exercise کیا ہے تو اس میں constitutional ممانعت کیا ہے۔ اس میں قباحت کیا ہے۔ اس میں problems کیا ہیں۔ یہ بات کوئی نہیں کر رہا ہے۔ بات شروع ہوتی ہے چار جزیروں سے اور ہم پرویز مشرف اور عمران خان پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس نے کوئٹہ میں نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی۔ اس فیڈریشن نے جو اقدام کیا ہے یہ غلط ہے اور یہ بدنیتی پر مبنی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اپنی تقاریر کو rewind کر کے دیکھ لیں اور ان کا transcript لے کر پڑھ لیں تو آپ کو خود ہنسی آئے گی کہ آپ کے دلائل کیا ہیں۔ آپ بات کیا شروع کر رہے ہیں اور بیچ میں کیا دلیل لا رہے ہیں اور اس کو ختم کس بات پر کر رہے ہیں۔ آپ کی conclusion کیا ہے، کوئی conclusion نہیں ہے سوائے ایک conclusion کے کہ دل کی بھڑاس نکالنا۔ نفسیات کا ایک problem ہے کہ اپنی catharsis کرو تاکہ relax ہو جاؤ۔ تو میرے خیال میں یہ ہاؤس relax ہونے کے لیے نہیں ہے۔ اس کے لیے آپ جلسے کریں۔ باہر ڈی چوک پر چلے جائیں۔ آپ پریس کانفرنسز کریں۔ یہاں پر اگر آپ نے بات کرنی ہے، کسی آئینی معاملے پر آپ نے اعتراض کرنا ہے تو اس اعتراض کو آئینی دلائل سے discuss کریں۔

جناب چیئرمین! ربانی صاحب میرے لیے محترم ہیں۔ یہاں پر تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی ابھی بات کی ہے لیکن history بیان کرنے کے بعد کوئی آئینی دلائل نہیں دیے کہ حکومت کا یہ اقدام کیوں غیر قانونی ہے اور اس کا حل کیا ہے۔ ربانی صاحب! ہم تو آپ جیسے معزز اور پڑھے لکھے لوگوں سے یا باقی جو یہاں پر معزز لوگ بیٹھے ہوئے ہیں سب سے میں یہ request کروں گا کہ اگر کسی چیز پر آپ کو اعتراض ہے تو آپ counter دلائل دیں، argument دیں اور alternate حل دیں کہ حکومت کو یہ نہیں یہ کرنا چاہیے۔ تب یہ جمہوریت بھی چلے گی اور یہ نظام بھی چلے گا لیکن اگر میں کسی اور پارٹی کا ہوں اور حکومت کسی اور پارٹی کی ہے اور مجھے ان کی تقریریں بری لگتی ہیں اور اس طرح سے میں پھر personal attack کروں اور وزیروں پر بھی میں بے جا تنقید کروں۔ کاکڑ صاحب میرے بہت محترم ہیں، مجھے ان سے بڑا پیار ہے اور میرے بڑے اچھے دوست ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں ان کی باتوں کا جواب دوں۔ انہوں نے میری پارٹی کے بارے میں بھی بات کی۔ میرے خیال میں قوم کی فلاح اور مفاد اس میں ہے کہ آپ قوم کے نمائندے ہیں تو آپ قوم کی بہتری کی بات کریں۔ دلائل دیں اور راستہ بتائیں کہ ان مسائل سے کیسے نمٹا جائے اور کیسے آگے چلا جائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: کل ان شاء اللہ پہلے تنگی صاحب سے شروع کریں گے۔

The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 12th of January, 2021 at 03:00 p.m.

(The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 12th of January, 2021 at 03:00 p.m.

Index

Senator Saleem Mandviwala 39
سینیٹر اورنگزیب خان 35
سینیٹر ڈاکٹر شہزاد وسیم 40
سینیٹر ڈاکٹر محمد فروغ نسیم 14, 18, 19, 21, 22, 23, 24
سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق 37
سینیٹر سراج الحق 45, 49
سینیٹر سسی پلیجو 21, 22, 24, 25, 26
سینیٹر سلیم مانڈوی والا 40
سینیٹر لفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم 8, 12
سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ 42
سینیٹر محمد علی خان 49
سینیٹر میاں رضا ربانی 32
سینیٹر میاں محمد عتیق شیخ 2
سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی 4, 8, 42
سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ 44, 45